اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

مدیر اعلیٰ: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی۔ بہاولپور
مدیر مسئول: احسن خدامی 0333-8765602
مدیر: حمزہ احسانی 0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

ترتیب

برائے ترسیلِ زر، اجراءِ رسالہ وخط وکتابت
مولانا احسن خدامی صاحب، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82
محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

پیامِ صفدر — مدیرِ مسئول کے قلم سے

اور اب افریقہ میں مسلمانوں کا قتل عام!

شام، عراق، افغانستان، مصر اور برما کے بعد اب جمہوریہ وسطی افریقہ میں بھی مسلمانوں کا اجتماعی قتل عام شروع ہو گیا ہے۔ ہزاروں مسلمانوں کو بے دردی سے شہید اور لاکھوں کو بے گھر اور دربدر ہونے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ دارالحکومت بنگوئی سمیت مختلف علاقوں میں مسلح عیسائیوں کے جتھے ہاتھوں میں چھرے اور خطرناک ہتھیار لیے نہتے مسلمانوں کو چن چن کر قتل کر رہے ہیں، بستیاں ویران اور محلے برباد ہو چکے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں بچے کھچے ستم رسیدہ لوگ اپنے گھر اور شہر چھوڑ کر خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ ہر آنے والی صبح مسلمانوں کے لئے ایک نئے غم واندوہ کی خبر لے کر آتی ہے اور ہر نئی شام امت کے سینے پر ایک کاری وار کا نشان چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ یہود و نصاریٰ ہوں یا ان کے پالتو نام نہاد مسلمان حکمران، ہر ایک کے لئے مسلمان کا تازہ خون محبوب غذا بن چکا ہے۔ دیوہیکل ٹینکوں، چیختے چنگھاڑتے طیاروں، شعلے اُگلتی بندوقوں اور آگ برساتی توپوں کا رخ مظلوم اور بے کس مسلمانوں کی طرف ہے، نہ کوئی آنکھ آنسو بہانے والی ہے اور نہ کوئی دل تڑپنے والا، افسوس در افسوس یہ ہے کہ پے در پے ان جاں گسل صدمات نے بھی ہمیں اصلاح احوال کے لئے آمادہ نہیں کیا، ہم میں سے جو مبتلائے مصیبت ہیں، ان کی آواز سننے والا کوئی نہیں اور جو عافیت کے دامن میں ہیں ان کو اتنی فرصت ہی نہیں کہ کسی مصیبت زدہ کی دلدوز فریادوں پر کان دھر سکیں، مال و دولت کی فراوانی، اُونچے اُونچے پلازوں، بڑی بڑی گاڑیوں، چمکتی دمکتی عمارتوں میں انہماک نے ہم سے ہمارا احساس چھین لیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے تو بہت پہلے اپنے الہامی فرمان کے ذریعے ہمیں ہماری اس حالت کی اطلاع فرما دی تھی اور فرمایا تھا: **یوشک ان تداعیٰ علیکم الامم کما تداعی الاکلۃ علی قصعتھا.** قریب ہے کہ مختلف امتیں تمہارے اوپر اس طرح ایک دوسرے کو (حملے کی) دعوت دیں جیسے کھانا کھانے والے ایک دوسرے کو پیالے پر بلاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حیرانی سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس دن ہماری قلت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، تم اس دن سمندر کی جھاگ کی طرح بہت زیادہ ہو گے، لیکن اللہ تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا۔ صحابہؓ کی طرف سے سوال ہوا کہ اے اللہ کے رسول! ''وہن'' کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! **حب الدنیا و کراھیۃ الموت.** دنیا کی محبت اور موت سے نفرت......آج جب کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان حقیقت بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آچکا ہے اور کفار و مشرکین کی نجس اقوام بھوکے بھیڑیوں کی طرح ہمارے اوپر ٹوٹ پڑی ہیں تو اس مصیبت کا حل بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے معجزانہ ارشاد میں ہے۔ جس دن دنیا کی محبت سے ہمیں نجات مل گئی اور موت کے دروازۂ حیات ہونے کا ہمیں یقین ہو گیا، وہ دن ان شاء اللہ ہماری نشأۃ ثانیہ کا نقطۂ آغاز ثابت ہوگا۔ ☆☆

شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

سوئے حجاز

(......قسط ۳......)

نوٹ: اس مضمون کی گزشتہ قسط میں ''مسجد عائشہ'' کے عنوان کے تحت سہواً صلح حدیبیہ کا واقعہ لکھا گیا، اس سہو کی طرف مجلّہ کے سرپرست مخدوم مکرم حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم العالی نے توجہ دلائی، فجزاہ اللہ احسن الجزاء، شیخ الحدیث حضرت دھرم کوٹی مدظلہم اس کی تصحیح کر کے ارسال فرمائیں گے، پھر اسے دوبارہ شائع کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ [ادارہ]

ہر طواف میں اس (حجر اسود) کے نو (۹) بوسے لئے جاتے ہیں، ایک آتے ہی، چھ (۶) اس کے بعد، ایک ختم کر کے اور ایک مسعیٰ کی طرف جاتے ہوئے، بوسہ پتھر کو نہیں اللہ کے ہاتھ کو دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ: یہ اللہ کا ہاتھ ہے۔

مقامِ ابراھیم:

وہاں سے فارغ ہو کر مقامِ ابرہیم پر جایا جاتا ہے، اس کے پیچھے دو نفل پڑھے جاتے ہیں، جن کا ذکر اس آیت قرآنی میں موجود ہے: **لاتخذ وا من مقام ابرھیم مصلّیٰ** یعنی مقام ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بنالو۔ مقام ابراہیم وہ پتھر محفوظ ہے جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کرتے تھے اور وہ آپ کو لفٹ کا کام دیتا تھا، ضرورت کے مطابق وہ لفٹ کی طرح اونچا نیچا ہو جاتا تھا۔ یہ پتھر ۱۴/۱۴ انچ مربع حجم رکھتا ہے، اس کے بیچ میں حضرتؑ کے دو قدموں کے نشان موجود ہیں، جن کی گہرائی تقریباً چار انچ ہوگی، اوپر شیشے کا خول چڑھا ہوا ہے اور وہ ایک اونچی انگیٹھی بنا کر اس میں نصب کیا ہوا ہے جو حضرت ابراہیم اور قدرتِ خداوندی کا زندہ معجزہ ہے کہ پتھر میں بغیر اعجاز کے پیر دھنس نہیں سکتے مگر اس میں ظاہر و باہر کھبے ہوئے ہیں، اقدامِ ابراہیمی کی وجہ سے یہ اتنا متبرک ہو گیا ہے کہ اس کے پاس نفل پڑھنا ایک امرِ شرعی قرار پایا، اس کی تجویز حضرت عمرؓ نے دی تھی، پھر اس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گیا، گویا یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں وحی الٰہی نے رائے عمر کی موافقت کی ہے۔ اس سے جیسے حضرت ابراہیم کا مقام ظاہر ہوتا ہے ویسے ہی حضرت عمر کی تصویب الرائے بھی ثابت ہوتی ہے۔

چاہِ زم زم: مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفلوں کے بعد آبِ زم زم پینا مسنون ہے، زمزم کا اسماعیلی کنواں مقام ابراہیم سے جنوبی جانب چند قدم کے فاصلے پر ہے مگر اس پر چھت ڈال کر پائپوں کے ذریعے

اس کا پانی باہر نکالا گیا ہے۔ میری پچھلی حاضری میں وہ تہہ خانہ موجود تھا، جس کے اندر جا کر پانی پیتے اور جسم پر چھینٹے مارتے تھے، مگر وہ چونکہ طواف کرنے والوں کے لیے رکاوٹ بنتا تھا، اس لئے مطاف کو وسیع کرنے کے لیے اسے بند کر دیا گیا اور مشرقی برآمدے کے ساتھ ٹوٹیاں لگا کر ایک جانب مردوں کے اور دوسری جانب عورتوں کے پینے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حرم میں ہر جگہ سینکڑوں کولر زمزم کے بھرے ہوئے رکھے ہیں، ان میں سے بھی ٹھنڈا میٹھا زمزم پی سکتے ہیں، حرم کے مختلف دروازوں کے باہر بھی زمزم کی ٹونٹیاں کثیر مقدار میں لگا دی گئی ہیں، تاکہ وہاں سے زم زم پیا بھی جا سکے اور کینوں میں بھر کے لے جایا بھی جا سکے، ہم نے باب عبدالعزیز کے باہر کی ٹونٹیوں سے اپنے کین بھرے تھے، صرف دس دس لیٹر کے چار کین ہمارے پاس تھے، کیونکہ ہوائی جہاز والے دس لیٹر سے زیادہ پانی نہیں لانے دیتے۔

میزاب رحمت اور حطیم: خانہ کعبہ کی دائیں جانب چھت پر میزابِ رحمت لگا ہوا ہے اور اس کا پانی حطیم میں گرتا ہے، حطیم بھی بیت اللہ ہی کا حصہ ہے جو تعمیر کے وقت باہر رہ گیا تھا، اس میں نماز پڑھنے کا وہی ثواب ہے جو بیت اللہ کے اندر پڑھنے کا ہے۔

سعی بین الصفا والمروۃ:

صفا مروہ دو چھوٹی پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان سعی کرنا دوڑنا بھی واجب ہے، یہ صفا پہاڑی سے شروع ہوتی ہے اور مروہ پر ایک چکر پورا ہو جاتا ہے، اس کے بھی سات چکر لگانے ضروری ہیں، ہر چکر میں ''میلین اخضرین'' کے درمیان اسی طرح دوڑ کر چلنا بھی مسنون جیسے اس گہرائی میں بچے پر خطرے کو محسوس کر کے حضرت ہاجرہؓ دوڑی تھیں، پہلے یہاں دونوں جانب دو سبز پتھر نصب تھے، اب یہ گہرائی پُر کر کے صفا سے مروہ تک ہموار اور خوبصورت فرش لگا دیا گیا ہے، سبز پتھروں کی جگہ دونوں طرف سبز ٹیوبوں کا حاشیہ لگا دیا گیا ہے جہاں پر پہنچ کر مرد حاجی درمیانی دوڑ لگاتے ہیں، اگلی بتیوں پر جا کر دوڑ ختم اور معمولی رفتار شروع ہو جاتی ہے، صفا سے مروہ تک دوڑنا اور سات چکر لگانا حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ہے، وہ بچے کے لیے بے تاب ہو کر دوڑی تھیں، اللہ کو اپنی نیک بندی کی یہ چال اتنی پسند آئی کہ اسے حج کی ایک مستقل سنت بنا دیا، مقام ابرہیم حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے، چاہ زمزم حضرت اسماعیلؑ کی یادگار ہے تو سعی بین الصفا والمروہ حضرت ہاجرہ کی زندہ یادگار ہے۔ حضور علیہ السلام نے جب سعی بین الصفا والمروہ شروع فرمائی تو یہ آیت تلاوت فرمائی **ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ** اور فرمایا: **أبدأ بما بدأ اللہ به** ۔یعنی میں بھی وہیں [صفا] سے شروع کرتا ہوں جہاں سے اللہ نے اس کا ذکر شروع کیا ہے، یہ الفاظ گویا سعی کی نیت ہے جو آپ نے زبان مبارک سے ادا فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ زبان سے نیت کرنا بدعت نہیں مستحب ہے اور سنتِ رسول ہے۔

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

مکہ مکرمہ کی زیارت میں سے ایک مولد النبی بھی ہے یعنی وہ مکان جس میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی، اسی مکان میں آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ آپ کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی رہائش تھی، گویا یہ آپ کا وراثتی مکان تھا جسے چھوڑ کر آپ مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے، سعودی حکومت نے پہلے آثار مٹا کر وہاں ایک پختہ عمارت بنوادی ہے، جس میں لائبریری قائم ہے، اہل ذوق وہاں اپنا ذوقِ مطالعہ پورا کرتے ہیں، یہ باب الصفا سے باہر بائیں ہاتھ کچھ آگے جا کر ایک کھلے چوک میں واقع ہے، سعودی اہل کاروں نے اسے لوگوں کی نگاہوں سے گرانے کے لئے یہ لکھ کر لگا دیا ہے کہ یہاں دعا قبول ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، نہ ہی اس کی زیارت کرنا کوئی امرِ مسنون ہے۔ مقامِ حیرت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش بیت اللحم تو متبرک اور قابل زیارت ہو، مگر خاتم الانبیا کی جائے پیدائش میں کوئی تبرک اور تقدس نہ ہو، وہاں تو حضور کو روک کر دو نفل پڑھائے جائیں، سواری سے اتارا جائے، زیارت کرائی جائے، مگر سید الرسل کی ولادت گاہ کی زیارت اور وہاں دعا بدعت ہو جائے ع ''جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے'' ہم وہاں گئے، تھوڑی دیر بیٹھے، بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگی اور سعودیوں کی قساوتِ قلبی اور محروم القسمتی کو کوستے ہوئے واپس آئے۔ مولد النبی کے قریب ہی زمزم بھرنے کی ٹوٹیاں کثیر مقدار میں لگی ہوئی ہیں جہاں سے لوگ کنستر اور گیلن بھر کر لے جاتے ہیں، ویسے تو کنستر اور گیلن بھرے بھرائے بھی مل جاتے ہیں، لیکن وہ مہنگے پڑتے ہیں، اس لیے خود محنت کر لینا بہتر ہے۔

مسجد نبوی:

دنیا میں تین مسجدیں ثواب کے لحاظ سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں، روایت کے مطابق نمازی کی گھر کی نماز ایک ہی نماز ہے، وہ اگر محلے کی مسجد میں پڑھے تو پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور اگر وہ شہر کی جامع مسجد میں پڑھے تو پانچ سو نمازوں کا ثواب پائے اور اگر اللہ اسے مسجد اقصیٰ لے جائے تو دس ہزار نمازوں کا ثواب مل جائے اور اگر مسجد نبوی میں نماز نصیب ہو تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے اور اگر مسجد حرام بیت اللہ شریف سے قسمت لڑ جائے اور وہاں نماز کا موقع ملے تو ایک لاکھ نماز کا ثواب پائے۔ مسجد نبوی میں چالیس نمازیں باجماعت بلاناغہ پڑھنے سے جہنم سے خلاصی اور نفاق سے برأت کا پروانہ مل جاتا ہے۔

مسجد نبوی پہلے حضور نے خود تعمیر فرمائی جو ایک معمولی مسجد تھی، پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اس میں اضافے کئے پھر ولید بن عبدالملک اور دوسرے خلفاء نے اسے شاندار اور باوقار بنایا، اس وقت اس کی عمارت فنِ تعمیر کا عظیم شاہکار ہے جو شاہ فہد کے ذاتی خرچے اور بن لادن کمپنی کی کوششوں اور منصوبہ بندیوں سے

وجود میں آئی، اس وقت مسجد نبوی میں پچیس لاکھ آدمی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں اور چھت کے اوپر کی گنجائش اس کے علاوہ ہے۔ ہم مدینہ منورہ میں شارع سبن پر رہائش پذیر تھے، اس لئے شمال کی طرف سے آتے اور باب ملک فہد میں بیٹھ جاتے اور وہیں نماز پڑھتے، مسجد نبوی کا قبلہ جنوب میں ہے، ادھر ہی گنبد خضرا ہے، ریاض الجنہ ہے، ممبر نبوی ہے، محراب عثمانی ہے جس میں آج کل نماز پڑھائی جاتی ہے، البتہ محراب نبوی اس سے تین چار صفیں پیچھے ریاض الجنہ کے اندر ہے، جہاں حضور کی پیشانی ٹکتی تھی اس کو تو دیوار کے اندر لے لیا گیا ہے اور جہاں آپ کے قدم مبارک لگتے تھے، وہاں موجودہ محراب کی سجدے کی جگہ ہے، محراب نبوی بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے، مسجد نبوی میں قبلہ والی عمارت سے پہلے کھلا صحن ہے جس میں خودکار چھتریاں بنی ہوئی ہیں، بٹن دبانے سے کھل جاتی ہیں اور بٹن دبانے سے بند ہو جاتی ہیں، مسجد نبوی میں دو لائبریریاں بھی ہیں جو کئی منزلہ ہیں اور ہر مذہب کی کتابوں سے بھری ہوئی ہیں، کتاب کی برآمد بہت آسان ہے، کمپیوٹر کتاب اور الماری کی تصویر سامنے کر دیتا ہے، پھر خادم وہاں سے نکال کر لے آتا ہے۔ مسجد نبوی کے دس عظیم الشان مینارے ہیں اور ساری مسجد ائیر کنڈیشنڈ ہے، گرمی کا بالکل احساس نہیں ہوتا، ہزاروں قرآن پاک پیتل کے ڈیسکوں اور الماریوں پر رکھے ہوئے ہیں، جہاں سے لے کر بآسانی تلاوت کی جا سکتی ہے۔ عرب لوگ کثرت سے تلاوت کرتے ہیں، جو بھی مسجد میں آتا ہے پانچ منٹ بھی جماعت میں رہتے ہوں تو تلاوت ضرور کرتا ہے۔

زیارت روضۂ رسولؐ:

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر کے اندر بجسدِ عنصری زندہ و تابندہ ہیں، قبرِ اطہر پر آ کر سلام پڑھنے والوں کا سلام بنفس نفیس سنتے ہیں اور سلام پڑھنے والے کو جواب سے مشرف فرماتے ہیں، حیاۃ انبیاء باشارۃ النص قرآن پاک سے ثابت ہے اور احادیث رسول جن سے قبر کی حیاۃ انبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ تو بیسیوں ہیں مثلاً: نمبر۱: **عن انس بن مالکؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون[مسند ابی یعلیٰ جامع صغر ا]** وغیرہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ (ان کا یہ نماز پڑھنا تلذذاً ہوتا ہے نہ کہ تکلیفاً)

نمبر۲: **عن اوس بن اوس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاکثروا علیّ من الصلوٰة فیه فان صلوٰتکم معروضة علیّ، قال قالوا یا رسول الله صلی الله علیک وسلّم! کیف تعرض صلواتنا علیک وقد أرمت؟ قال یقولون بلیت قال: ان الله عزوجل حرم الله علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء [ابوداؤد، دارمی وغیرہ]** حضورؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن

میرے اوپر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا جبکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ لہٰذا دوسرے نبیوں کے جسم بالعموم اور ہمارے نبی کا جسم بالخصوص قبر اطہر میں زندہ و پائندہ ہیں، ہمیں ان پر سلام پڑھنے کیلئے روضۂ اطہر کی زیارت کیلئے ضرور جانا چاہیے، حج کے ضمن میں یا مستقل طور پر، کیونکہ حضور کی قبر اطہر کی زیارت بھی اعظم العبادات مستحب ہی نہیں قریب الوجوب ہے جیسا کہ نورالایضاح میں لکھا ہے کہ گھر سے چلتے وقت یا حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ سے چلتے وقت زیارت قبر رسول ہی کی نیت کرنی چاہیے، کیونکہ حضور علیہ السلام نے زیارت قبر کی بھی ترغیب دلائی ہے۔ مثلا: **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی۔** یعنی جس کے پاس گنجائش ہو پھر بھی میری زیارت کے لیے نہ آیا تو اس نے میرے اوپر بڑا ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ظلم عظیم سے بچائے اور روضۂ رسول کی زیارت کرائے۔ نمبر۲: اور حضور علیہ السلام نے فرمایا **من زار قبری وجبت له شفاعتی۔** جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی تو شفاعت رسول کی کس کو ضرورت نہیں؟ جب ہر کسی کو شفاعتِ رسول درکار ہے تو ہر کسی کو چاہیے کہ وہ زیارت قبر رسول کے لیے ضرور جائے اور زیارت ہی کی نیت کر کے جائے، مسجد نبوی کی زیارت تو تبعاً ہو جائے گی، اصل زیارت تو روضۂ رسول کی ہے۔

حضرت بلالؓ ملک شام میں سوئے ہوئے تھے کہ آپ کو خواب میں رسول اللہ کی زیارت ہوئی، حضور نے فرمایا: بلال! یہ کیا جفا کاری ہے کہ ہماری زیارت کو نہیں آتے؟ حضرت بلال نے اسی وقت رختِ سفر باندھا اور مدینہ آکر زیارت سے مشرف ہوئے۔ جو لوگ کہتے ہیں قبر کی زیارت کی نہیں، مسجد نبوی کی زیارت اور وہاں نماز پڑھنے کی نیت ہونی چاہیے، ان کی محروم القسمتی اور بدبختی کا ماتم کرنا چاہیے، اتنی بات ان کو سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر مسجد نبوی کی نسبت حضور علیہ السلام کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ عام مسجدوں جیسی ایک مسجد ہوتی، اس میں نماز پڑھنے کا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب قطعاً نہ ملتا، مسجد حرام میں ایک لاکھ کا ثواب اللہ کے گھر کی وجہ سے ہے اور مسجد نبوی میں دس یا پچاس ہزار کا ثواب روضۂ رسول کی وجہ سے ہے۔ پھر تابع کی نیت کرنا اور متبوع کی نیت نہ کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ عقیدہ تو یہ ہونا چاہیے کہ جس مٹی کے ساتھ حضور کا جسدِ اطہر لگا ہوا ہے وہ عرشِ اعظم سے بھی زیادہ بلند مقام رکھتی ہے کیونکہ عرش کے ساتھ اللہ پاک کا جسم ملاصق نہیں ہے، مگر قبر مبارک کی خاک نے تو اس رسول عظیمؐ اور در یتیم کو اپنی گود میں لیا ہوا ہے، لہٰذا اس مٹی کا مقابلہ عرش اعظم بھی نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔ (جاری ہے۔۔۔۔)

حضرت مولانا محبّ اللہ مد ظلہم
خلیفہ مجاز: شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

حضرت خواجہؒ سے متعلق دس تأثرات

مع......اہمیت بیعت قرآن، حدیث اور اقوالِ سلف کی روشنی میں

۱......زندگی کا اہم مشغلہ:

حضرت شیخ رحمہ اللہ اگر چہ دین کے دوسرے مختلف شعبوں میں بھی کام کرتے تھے، لیکن آپ کا اہم مشغلہ بیعت وسلوک اور تزکیہ نفس تھا۔

بیعت کی اہمیت قرآن، حدیث اور اقوالِ سلف کی روشنی میں:

قال الله تعالیٰ: لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیة ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة۔

دلیل ۱: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذمہ داری اور منصب یوں بتایا: [1] قرآن پاک زبانی بتانا۔ [2] قرآن پاک کے معنی بتانا۔ [3] حدیث مبارکہ بتانا۔ یہ تینوں کام علم ظاہر والے علماء نے مدارس کی شکل میں سنبھال لئے ہیں۔ [4] تزکیہ نفس کرانا، یعنی تعلیم کے علاوہ عملی نگرانی کرنا۔ یہ ذمہ داری علماءِ علم باطن نے سنبھالی ہے جو خانقاہوں میں مصروفِ عمل ہیں۔

دلیل ۲: اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ ممتحنہ میں حکم ہوا کہ مومنات خواتین کو بیعت میں قبول کریں، یہ بیعتِ اسلام اور بیعتِ جہاد نہیں تھی بلکہ اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے بیعت تھی۔

دلیل ۳: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو فرض قرار دیا اور زندہ نیک لوگوں کے ساتھ رہنا بھی فرض قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **یایها الذین اٰمنو اتقو الله و کونوا مع الصادقین**، یعنی اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور ہو جاؤ نیک لوگوں کے ساتھ۔ مقصد یہ ہوا کہ نیک لوگوں (جو زندہ ہوں) کی صحبت اختیار کرنے سے متقی بننا آسان ہو جاتا ہے اور مرشد کامل نیک آدمی ہی ہو سکتا ہے۔ مرشد کامل کی بیعت وصحبت سے مرید بغیر وعظ ونصیحت کے تقویٰ والا بن جاتا ہے۔

دلیل ٤: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ **المرأ علیٰ دین خلیله فا لینظر من یخالل**، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصول وضع کیا کہ جس

کا دوست اچھا ہوگا وہ اچھا ہوگا۔اور جس کا دوست برا ہوگا وہ برا ہوگا۔مرشد کامل ہی گہرا دوست ہونا چاہیے۔ دنیا کا ہر کام ہم نشینی کے ذریعہ ہی آسان ہوتا ہے۔اور دین بھی اسی طرح ہے۔

وضاحت کے لیے مثال ہے کہ پانی کے دو تالاب ہیں،ایک میں مچھلیاں ہیں دوسرے میں نہیں۔جس میں مچھلیاں نہیں ہیں وہ چاہتا ہے کہ میرے اندر بھی مچھلیاں ہوں،اب مچھلیاں آنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ جس تالاب میں مچھلیاں ہیں،اس سے دوسرے تالاب کے لیے پانی کا راستہ کھول دیا جائے تاکہ پانی میں دوسرے تالاب تک مچھلیاں پہنچ سکیں،خشکی سے مچھلیاں نہیں گزر سکتیں اسی طرح مرشد کامل کا دل محبت الٰہی، معرفت الٰہی اور عشق وتقوی سے بھرا ہوتا ہے،جس کا دل چاہتا ہے کہ میرے دل میں بھی محبت،معرفت،تقوی اور عشق الٰہی آجائے تو اس کو چاہیے کہ اپنے دل کے تالاب کو مرشد کامل کے دل کے تالاب سے بیعت کے ذریعے سے اتصال کرلے۔وہی محبت ومعرفت وعشق الٰہی وتقوی واتباع سنت و''اجتناب از بدعت ونافرمانیاں'' مرید کے دل میں آنا شروع ہوجائیں گے،انوارات وفیوضات منتقل ہوجائیں گے۔اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔

بیعت کی ضرورت واہمیت:

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں جو اعمال اور اذکار بتائے ہیں،وہ ہدایت اور تقویٰ محبت ومعرفت وعشق الٰہی پیدا کرنے کے لیے اور نفس وشیطان وغلط ماحول سے بچانے کے لیے کافی نہیں ہیں؟اگر کافی ہیں تو پھر مرشدِ کامل کی بیعت کی کیا ضرورت واحتیاج ہے؟

جواب: گزرے ہوئے دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ صرف تعلیم سے کام نہیں بنتا،جب تک کہ مرشد کامل کی صحبت ونگرانی نہ ہو،بڑوں کے اقوال بھی یہی ہدایت دیتے ہیں۔

بیعت کی اہمیت اقوالِ سلف کی روشنی میں:

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''حقیقۃ التصوف والتقوی'' اور ''آداب المعاشرت'' میں لکھتے ہیں کہ: ایک ہے ترجمہ سیکھنا وہ مدارس سے ملتا ہے۔دوسرا ہے ترجمہ اپنے آپ میں لانا وہ خانقاہوں سے مرشد کامل کی صحبت سے مل جاتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ: بدون صحبتِ شیخ اگر کوئی لاکھ تسبیح پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت!خود ذکر اللہ میں یہ کیفیت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہوجایا کرتا،صحبتِ شیخ کی کیوں قید ہے؟فرمایا کہ: کام تو ذکر اللہ ہی سے بنے گا،لیکن عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدوں شیخ کی صحبت کے ہر ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں۔اس کے لیے صحبت شیخ شرط ہے،جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی،لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں

کرسکتی، گوکاٹ جب ہوگا تو تلوار ہی سے ہوگا۔[''ملفوظات کمالات اشرفیہ صفحہ 183'']

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھا:

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد اعتقاد و اعتماد و انقیاد (صفحہ 37)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''بیعت کے وقت اجمالا (مرشد) کے ذریعہ سے القائے نسبت ہوجاتی ہے، یعنی مناسبت مجملہ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوجاتی ہے، اہل اللہ کے ساتھ تعلق ہوگیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا، بیعت سے گویا ایک خصوصیت ہوگئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔'' (کمالات اشرفیہ صفحہ 245)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ ''صفالۃ القلوب'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ایک ہے علم نبوی وہ کتابوں سے ملتا ہے۔ دوسرا ہے نور نبوی وہ سینوں (مرشد کامل کے سینے سے) ملتا ہے۔''

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ہدایت آموز واقعہ:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جو اپنے زمانے میں فقیہ العصر اور قطب الارشاد کا لقب رکھتے تھے، صرف زیارت کے لیے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر حضرت سے واپسی کی اجازت چاہی کہ طلباء انتظار میں ہیں، تدریسی مصروفیت تھی۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے رات گزارنے کا فرمایا، حضرت گنگوہیؒ نے عرض کیا کہ: خانقاہ میں ہجوم کی وجہ سے نیند میں خلل آئے گا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ: خانقاہ والوں کو سمجھا دوں گا، حضرت گنگوہیؒ نے عرض کیا، بہتر، رات ٹھہر جاتا ہوں، ان شاء اللہ صبح واپس جاؤں گا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رات وہاں سو گئے، خود فرماتے ہیں کہ تہجد کے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا بہت سے لوگ نوافل پڑھ رہے ہیں، تلاوت کر رہے ہیں، تسبیحات کر رہے ہیں، کچھ بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں، میرے دل میں خیال آیا کہ: رشید احمد! ورثۃ الانبیاء میں شامل ہونے کی تمنا میں تو آ گئے ہو، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا خلق تو یہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں قرآن پاک میں ہے: **''كانوا قليلا من اليل مايهجعون ٥ وبالا سحار هم يستغفرون ٥ تتجافىٰ جنو بهم عن المضا جع''**

خانقاہ شریف کا ماحول دیکھنے سے صحابہ کا نقشہ یاد آیا اور اس سے متاثر ہوئے، اٹھے، وضو کیا، نفل پڑھے، بیٹھ کر ذکر شروع کر دیا، نمازِ صبح کے بعد حضرتؒ سے واپسی کا عرض کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا: مولانا! ذکر تو کر رہے ہیں، سیکھ کر ذکر کر لیں۔ آخر حضرت گنگوہیؒ نے عرض کیا کہ: حضرت! مجھے بیعت فرمالیں، مجھے بیعت فرمالیں، حضرت نے اسی وقت بیعت کے کلمات پڑھائے اور ذکر بتا دیا۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

ان کلمات کو پڑھ کر میرے دل میں عجیب کیفیت ہوگئی، میں نے سوچا کہ ساری عمر میں نے پڑھانا ہی ہے، مگر اپنی اصلاح کے لیے بھی کچھ وقت ہونا چاہیے، چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ: حضرت! میں آپ کی خدمت میں ایک ماہ رہنا چاہتا ہوں، ایک ماہ میں حضرت حاجی صاحب نے خصوصی توجہات فرمائیں، ذکر کرایا، حتیٰ کہ حضرت گنگوہیؒ کے اندر نسبت کا نور چمکنے لگا۔

مرشدِ کامل اپنے مرید کا امتحان لیتا ہے، حضرت حاجی صاحبؒ کو مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نے کھانے کی دعوت دی تو حضرت حاجی صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کو بھی ساتھ لے گئے، اور ان کو دسترخوان کے کونے پر بٹھایا، معمولی کھانا ان کو دیا، جبکہ باقی ساتھیوں کو مرغا اور اچھا کھانا کھلایا، پھر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ: رشید احمد! میرا دل چاہتا ہے کہ تجھے جوتوں میں بٹھاتا، مگر میں نے کہا: چلو! تمہیں دسترخوان کے کونے پر ہی بٹھا دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت حاجی صاحبؒ نے اُن کے چہرہ کو دیکھا کہ ناگواری کے آثار آتے ہیں یا نہیں، حضرت گنگوہیؒ نے نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ: حضرت! میں تو جوتوں میں بیٹھنے کے قابل بھی نہیں، آپ نے مجھ پر احسان کیا کہ دسترخوان پر بٹھایا۔ حضرت نے فرمایا: الحمدللہ! اس میں جو نفس تھا وہ مٹ چکا ہے، مر چکا ہے۔ پھر حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ کو خلافت سے نوازا۔ حضرت گنگوہیؒ نے عرض کیا کہ: حضرت! میں تو کچھ نہیں ہوں، مجھے کیسے آپ نے خلافت دیدی؟ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: اسی وجہ سے خلافت دی ہے کہ آپ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے، اگر اپنے آپ کو ''کچھ'' سمجھتے تو پھر آپ خلافت کے قابل نہیں تھے۔

ایک مہینہ کے بعد حضرت گنگوہیؒ گنگوہ آگئے، ایک ماہ وہاں رہے، ایک ماہ بعد پھر حضرت حاجی صاحبؒ سے ملاقات ہوئی تو حضرتؒ نے پوچھا: میاں رشید احمد! بیعت سے کچھ تبدیلی نظر آئی؟ حضرت گنگوہیؒ تھوڑی دیر سوچتے رہے، پھر فرمانے لگے: تین تبدیلیاں نظر آئیں، پوچھا کونسی؟ عرض کیا کہ:

[۱]...... پہلے شریعت پر عمل کرنے کے لیے اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑتا تھا، اب بے تکلفی کے ساتھ شریعت پر عمل ہوجاتا ہے۔ یعنی طبیعت شریعت کے موافق بن گئی۔ شریعت جس طرح چاہتی ہے کہ طبیعت بھی اسی طرف جاتی ہے۔

[۲] پہلے مطالعہ میں نصوص کے درمیان تعارض نظر آتا تھا، اب نصوص کے درمیان تعارض ختم ہوگیا، کہیں تعارض نظر نہیں آتا۔

[۳] پہلے کوئی میری مدح کرے تو خوشی ہوتی تھی، مذمت کرے تو دکھ ہوتا تھا، اب دونوں برابر ہوگئے، گویا اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے، مخلوق راضی ہو یا ناراض، کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: الحمدللہ دین میں تین درجے ہیں: علم، عمل اور اخلاص۔ علم میں دو درجے ہیں: علم غیر کامل اور علم کامل۔ علم غیر کامل عام علم ہوتا ہے۔ علم کامل وہ ہوتا ہے کہ جو حاصل ہو جائے تو نصوص کے درمیان تعارض نظر نہیں آتا۔ عمل بھی ناقص اور کامل ہوتا ہے۔ عمل ناقص وہ عام عمل ہوتا ہے، ''عمل کامل'' وہ ہوتا ہے کہ طبیعت شریعت کے مطابق بن جائے۔ اخلاص کے بھی دو درجہ ہیں: اخلاص ناقص اور اخلاص کامل۔ اخلاص ناقص عام اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص کامل وہ ہوتا ہے کہ مدح ذم کی پرواہ نہ رہے۔

ایقاظ الھمم شرح الحکم تصوف کے موضوع پر مرکزی کتاب ہے، خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میانوالی سے ملتی ہے، اس میں لکھا ہے **من لم یکن له شیخ فشیخه الشیطن**۔ ترجمہ: جس شخص کا مرشدِ کامل نہ ہو تو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ یعنی جب مرشد کامل کی رہبری نہ ہو تو اس کا رہبر شیطان علیہ اللعنۃ ہوتا ہے۔

مرشد کامل کی صحبت اور نگرانی کو کیوں ضروری قرار دیا؟

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارک جو اعمال اذکار بتائے ہیں، ہدایت اور تقویٰ کے لیے کافی نہیں ہیں۔ مرشد کامل کی صحبت اور نگرانی کو کیوں ضروری قرار دیا؟

جواب۱: مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ: ہدایت کے لیے صرف قرآن پاک کا پڑھنا (چاہے لفظ کے ساتھ یا معنی کے ساتھ) کافی نہیں جب تک قرآن پاک پر عمل کرنے والوں (مرشد کامل) کی صحبت اختیار نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اتارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا کہ نبی کی اتباع، اطاعت اور سنت کی روشنی میں قرآن پاک پر عمل کرو، اگر اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی زبان میں صرف قرآن پاک نازل فرماتے، مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ کتاب اللہ کے ساتھ رہبر بھی بھیجا (یعنی زمانے کا رسول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس رہبری کے لیے مرشدِ کامل ہوتا ہے، کیونکہ مرشد کامل پر مرید کو اعتقاد، اعتماد، انقیاد ہوتا ہے، فیض حاصل کرنے کے لیے یہ تینوں صفات ضروری ہیں۔ دنیاوی معاشرے میں دیکھیں کہ ماہر کی صحبت کے بغیر کام ناکام ہو جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ: مثلاً درزی کتابوں سے پڑھ پڑھ کر لوگوں کے کپڑے نہیں بنا سکتا، جب تک کسی درزی کی صحبت اختیار نہ کرے۔ اِسی طرح ڈاکٹر بننا، ڈرائیور بننا، کھانا پکانے کا ماہر بننا صرف کتابوں کے پڑھنے سے نہیں ہوتا جب تک اسی فن کے ماہر کی صحبت اختیار نہ کی ہو، جس پر اعتقاد، اعتماد، انقیاد ہو۔ اسی طرح تقویٰ، محبت الٰہی، عشق

الٰہی کی دولت تقویٰ والوں، محبت اور عشق الٰہی والوں سے ملتی ہے۔

جواب ۲: علماء دیوبند کا کردار پوری دنیا مانتی ہے، دعوت تبلیغ کی شکل میں یا مدارس وسیاست کی شکل میں، یا ذکر واذکار، تزکیۂ نفس وتحفظ ختم نبوت یا تصنیف وجہاد کی شکل میں ہو، اس کی بنیادی وجہ صرف علم ظاہری نہیں تھا، بلکہ وہ مرشدین کاملین سے فیض یافتہ تھے، لیکن اس کے مقابلے میں دوسرے ملکوں میں بڑے بڑے علماء ظاہر ہوئے، لیکن ان کا کردار اپنے ملک میں بھی اس طرح نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس علم ظاہری کے ساتھ باطنی علم نہیں ہے۔

جواب ۳: قرآن پاک میں ہے: **یاایها الذین اٰمنوا اتقو الله و کونوا مع الصادقین**۔ یعنی تقوی فرض ہے، تقوی حاصل کرنے کے لیے نیک لوگوں کی صحبت بھی فرض ہے۔ مرشد کامل وہی ہوتا ہے جس کی صحبت سے مرید فائدہ حاصل کر سکتا ہو، کیونکہ اس پر اعتقاد وانقیاد ہے۔ یہ اصول ہے فیض حاصل کرنے کے لیے، یہ عادت اللہ ہے کہ مرشد کامل اور مرید کے درمیان اعتقاد، اعتماد اور انقیاد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی صحبت سے ہمیں کامل اور مکمل تقویٰ والا بنادے۔ آمین۔

مرشد کامل کی پہچان:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ''کمالات اشرفیہ'' میں لکھا ہے کہ: پہچان شیخ (مرشد کامل) یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو اور جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت کم ہوتی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوتی جائے، مرید جو مرض باطنی بیان کرے وہ اس کو توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اسی سے نفع ہوتا ہے۔ اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی ہے۔ [کمالات اشرفیہ صفحہ ۳۷]

مرشد کامل کا حق:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں شیخ کا حق بتایا ہے:

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد
اعتقاد و اعتماد و انقیاد

[ملفوظات وکمالات اشرفیہ صفحہ ۳۷]

کیا نیک لوگ، جیسے بایزید بسطامیؒ، غوث الاعظمؒ ختم ہو گئے؟

سوال: آج کل بایزید بسطامی رحمہ اللہ، غوث اعظمؒ وغیرہ وغیرہ جیسے لوگ کیوں ختم ہو گئے ہیں؟

جواب: یہ سوال ہی درست نہیں، بڑے بڑے صوفیاء واتقیاء آج بھی موجود ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ: آج کل بھی ایسے بڑے حضرات ہیں اور قیامت تک ہوں گے، تقویٰ اختیار کرنے کے بارے میں قرآن پاک میں نسخہ ہے کہ: **یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین.** کہ نیک لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ آیت قیامت تک کے لیے ہے، قیامت تک کے لوگوں کے لیے یہ حکم ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ تو پتہ چلا کہ قیامت تک نیک لوگ ہوں گے، اس کے لیے ایک مثال ہے۔ باپ بیٹے سے کہتا ہے کہ دودھ پیتے رہو، کمزوری ختم ہو جائے گی، یہ اس وقت کہہ سکتا ہے کہ جب باپ کے پاس دودھ ہو ورنہ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن نیک لوگوں کے ملنے کے لیے تین شرطیں ہیں: [۱] مقصود ہو۔ [۲] طلب ہو اور پیاس ہو۔ [۳] جب آدمی بیمار ہوتا ہے تو اچھے سے اچھا ڈاکٹر تلاش کرتا ہے اسی طرح روحانی ڈاکٹر تلاش کرنے چاہیے جو قیامت تک ملتے رہیں گے۔

۲......نقشبندیہ مجددیہ کاانتخاب:

تصوف کے مشہور سلاسل چار ہیں: نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہرودیہ۔ اس سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیت کے بارے میں حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص ہمارے طریقہ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) میں داخل ہوگا، وہ محروم نہیں رہے گا اور جو ازلی محروم ہے وہ ہمارے سلسلہ سے منسلک نہ ہو سکے گا۔ مکتوبات امام ربانی میں لکھا ہے کہ: سلسلہ نقشبندیہ میں مرید کی ترقی کا دارومدار اکثر مرشد کامل کی توجہات پر ہوتا ہے، اگرچہ ذکر اذکار مراقبات بھی ہوتے ہیں۔

''اکمال الشیم'' میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: اللہ کے فضل کے ساتھ اللہ والوں کی توجہ سے بہت کچھ ہوتا ہے، اگر وہ فاسق کی طرف توجہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور فضل سے وہ فاسق فسق سے توبہ کر لیتا ہے، اگر کافر کی طرف توجہ فرمائیں تو وہ کفر سے توبہ کر لیتا ہے، اگر مریض کی طرف توجہ کریں تو اس کو شفا ملتی ہے۔ لیکن تقدیر کی دیوار کو (بہرحال) نہیں گرا سکتے۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح بخاری تقریر بخاری میں لکھتے ہیں: اللہ والوں کی توجہ چار قسم کی ہوتی ہے: [۱] توجہ انعکاسی۔ [۲] توجہ القائی۔ [۳] توجہ اصلاحی۔ [۴] توجہ اتحادی۔

انعکاسی: وہ ہوتی ہے کہ مرشد اپنے مرید پر توجہ کرتا ہے، مرید اس کا اثر محسوس کرتا ہے، مگر یہ اثر مرشد کے موجود رہنے تک رہتا ہے۔ اس کے جانے سے اثر بھی چلا جاتا ہے۔ یہ قسم سب سے ضعیف ہے۔

القائی: وہ ہوتی ہے کہ مرشد کے جانے سے بھی اثر نہیں جاتا لیکن گناہ کی نحوست سے ختم ہو جاتا ہے، یہ قدرے قوی ہے۔

اصلاحی: وہ ہوتی ہے کہ مرید خود بھی ذکر اذکار معمولات کا پابند ہو، اس پر مرشد کی توجہ اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ مرید کے گناہ کرنے سے بھی توجہ کا اثر اور مزہ ختم نہیں ہوتا بلکہ مستقل جاری رہتا ہے یہ توجہ بہت قوی ہے۔

اتحادی: وہ توجہ ہوتی ہے کہ مرشد مرید پر اتنی زوردار توجہ ڈالتا ہے کہ مرید بالکل مرشد جیسا بن جاتا ہے۔ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کے لیے خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔

عجیب واقعہ:

حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند مہمان آئے، مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ تھا، باورچی کو پتہ چلا تو وہ اپنے گھر سے کھانا لے آیا اور مہمانوں کا اکرام کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا اب کچھ مانگ لو! مرید نے کہا کہ میں آپ جیسا بن جاؤں۔ حضرتؒ نے فرمایا: کوئی اور چیز مانگو، اُس نے اسی پر اصرار کیا۔ حضرتؒ اس کو کمرے میں لے گئے اور اس پر زوردار توجہ ڈالنی شروع کردی، یہاں تک کہ مرید اور حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ کی شکل وشباہت بھی ایک جیسی ہوگئی۔ باہر نکلے تو پتہ نہیں چلتا تھا کہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کون اور باورچی کون ہے؟ صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہوش میں تھے اور مرید بے ہوشی میں تھا۔ تین دن بعد اس باورچی کا انتقال ہوگیا، کیونکہ وہ اس توجہ کی تاب نہ لاسکا تھا۔ اس کو ''توجہ اتحادی'' کہتے ہیں۔

عجیب مثال:

کچھوا پانی میں رہتا ہے لیکن انڈے خشکی پر ریت میں دیتا ہے اور پھر پانی سے ہی انڈوں پر توجہ کرتا ہے تو بچے نکل آتے ہیں، اور اگر کچھوا مرجائے تو انڈے ضائع ہوجاتے ہیں۔

دوسری مثال: کونج ایک لمبی گردن والا پرندہ ہے، گرمیوں میں سائبیریا اور روس جاتا ہے، انڈے وہاں دیتا ہے، سردیوں میں گرم ممالک میں آجاتا ہے، پھر یہاں (گرم ممالک) سے انڈوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس توجہ کے زور سے انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں، اگر وہ مرجائے تو انڈے ضائع ہوجاتے ہیں۔

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے جب کچھوا اور کونج کی توجہ میں اتنی تاثیر رکھی ہے تو اولیاء اللہ کی توجہات میں کتنی تاثیر رکھی ہوگی؟ مقصد یہ ہے کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرتے تھے۔ مریدین کے لئے اس میں زیادہ سہولت تھی کہ مرشد کی توجہات سے مرید کو ترقی ملتی ہے، اور زیادہ مجاہدات نہیں ہوتے جیسا کہ دوسرے سلاسل میں ہوتا ہے۔ (جاری ہے۔۔۔)

حافظ محمد شمس الدین خان طلحہ صفدری

ایران کا خونی انقلاب

ماہنامہ ''الشریعۃ'' فروری ۲۰۱۳ء کے ٹائٹل پر ''الشریعۃ'' کے رئیس التحریر مولانا زاہد الراشدی صاحب کے ایک مضمون کا یہ اقتباس شائع ہوا تھا کہ:...... ''دینی تصلب اور حمیت وغیرت میں تو بلاشبہ افغان مجاہدین اور افغان طالبان ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں لیکن نفاذِ اسلام کی جدوجہد کے طریق کار کے حوالہ سے ہمیں ایران کی مذہبی تحریک کا مطالعہ کرنا ہوگا اور مارٹن لوتھر کنگ کی تحریک سے واقفیت حاصل کرنا ہوگی'' ....اس تحریر میں جہاں عامۃ المسلمین کے اذہان میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی کہ افغان طالبان صرف غیرت وحمیت اور بالفاظِ دیگر مار دھاڑ کے زیور سے آراستہ ہیں، حکمت وبصیرت سے ان کا کوئی لین دین نہیں، وہیں قارئین کو یہ بھی باور کرایا گیا کہ ایرانی انقلاب ایک پُر امن انقلاب تھا اور ہمیں پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کیلئے اسی انقلاب کی پیروی کرنی چاہئے۔ قارئین کرام درجِ ذیل مضمون ملاحظہ فرما کر فیصلہ کریں کہ کیا واقعتاً ایرانی انقلاب ایسا ہی پُر امن تھا یا پھر ۔ کچھ باغباں ہیں برق وشرر سے ملے ہوئے؟ [ادارہ]

۱۹۷۹ء میں جب ایران میں خمینی انقلاب آیا تو بعض یار لوگوں نے اسے ''اسلامی انقلاب'' کا نام دیا، جبکہ حقیقت میں یہ کفریہ اور خونی انقلاب تھا، اس انقلاب کے ''کفریہ'' ہونے کے بارے میں راقم کسی دوسرے موقع پر گزارشات پیش کرے گا، اس تحریر میں صرف اس انقلاب کے ''خونی'' ہونے پر چند حقائق پیش کیے جا رہے ہیں۔

ا:......انقلاب کا پسِ منظر اور خمینی کی آمد!

شاہ کی زیادہ تر مخالفت تین طبقوں کی طرف سے تھی، اولین مخالف طبقہ مذہبی لوگوں کا تھا جو شاہ کی لادینی حکمتِ عملی، عورتوں کی مغرب زدگی، ان کو حقِ رائے دہی دینے، اور ہر سطح پر مذہبی طبقہ سے لاتعلقی کی وجہ سے اس کے خلاف تھا۔ دوسرے نمبر پر شاہ کو طالبِ علموں کی طرف سے مخالفت کا سامنا تھا جو ایک طرف تو پست تعلیمی معیار سے شاکی تھے اور دوسری طرف اپنے درمیان مخبری کے لیے طالب علموں ہی کے روپ میں ساواک کے کارکن گھسا دینے سے ناخوش تھے۔ تیسرا طبقہ وہ تھا جو شاہی خفیہ ایجنسی ''ساواک'' کے ہاتھوں طرح طرح کے ستم اٹھانے والے افراد پر مشتمل تھا، اس طبقہ میں ''جنوبی تہران'' کے چھوٹے چھوٹے

کاروباری لوگ مقابلتاً زیادہ مذہبی ہونے کی وجہ سے زیادہ نمایاں تھے، ان کا معیارِ زندگی ''شمالی تہران'' میں رہنے والے متمول ایرانیوں سے کہیں نیچا تھا، خمینی صاحب ان لوگوں میں کافی مقبول تھے۔ ۱۹۶۳ء میں مذہبی فسادات اسی علاقے میں شروع ہوئے تھے جن کی بناء پر خمینی صاحب کو ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۷۷ء کے اواخر تک شاہ کی مزاحمت دبی دبی تھی، فدائین خلق اور مجاہدین خلق (اسلامی سوشلسٹ تنظیمیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ روس کے زیرِ اثر تھیں، خمینی انقلاب میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتی رہیں اور انقلاب کی کامیابی کے بعد خمینی ہی کی نظر میں دہشت گرد ٹھہریں) کے ہاتھوں دہشت گردی اور تخریب کاری کے صرف اکا دکا واقعات ہوتے تھے اور تہران یونیورسٹی کے اردگرد مظاہرین اور انتظامیہ کے درمیان چھوٹی چھوٹی جھڑپیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔

۱۹۷۸ء کے شروع میں انتظامیہ نے سوچا کہ آزاد خیالی کی پالیسی کو اور زیادہ تقویت دی جائے اور حکومت مخالف قوتوں کا حوصلہ پست کرنے کیلئے شاہ کے حق میں ایک بڑا مظاہرہ کروایا جائے، چنانچہ ایران کے شہر ''قم''میں، جو شیعہ علماء کی طاقت کا مرکز تھا، ایک بہت بڑی ریلی کا اہتمام کیا گیا جہاں شاہ کے حق میں اور علماء کے خلاف نعرہ بازی کی گئی، سیاسی حلقوں کے مطابق اس ریلی کا انعقاد حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی کیونکہ اس کے بعد ایران کے مختلف شہروں میں شاہ کے خلاف مظاہروں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا، اب فدائین اور مجاہدین کے ساتھ ساتھ شیعہ مذہبی لوگوں کے ذریعے تربیت یافتہ لوگ بھی کھل کر میدان میں آنے لگے اور ملک میں بڑے پیمانے پر تخریب کاری شروع ہو گئی، کہا جاتا ہے کہ شاہ کے خلاف انقلاب کے سلسلہ میں بنیادی کام فدائین اور مجاہدین نے کیا تھا۔

۱۹۷۸ء کے وسط میں جب انقلاب زور پکڑنے لگا تو فدائین، مجاہدین، اور شیعہ مذہبی حلقے اکٹھے ہو گئے، انجام سے بے خبر دو بڑے سنّی علماء، علامہ عبدالعزیز ملا زادہ، اور علامہ احمد مفتی زادہ نے بھی ان کا ساتھ دیا، ان سب نے یکجا ہو کر خمینی کو اپنا علامتی رہبر قبول کر لیا جو فرانس کی گود میں بیٹھے ''اسلامی انقلاب'' کی کمان کر رہے تھے۔ ۷؍جنوری ۱۹۷۹ء کو امریکہ کے ائیرفورس جنرل رابرٹ ہائیسر اپنے ساتھ صدر جمی کارٹر کا ذاتی پیغام لے کر آئے اور ان کو عارضی طور پر ایران چھوڑنے کیلئے راضی کر لیا۔ ۱۶؍جنوری ۱۹۷۹ء کو جب شاہ اور فرح آنسو بہاتے ہوئے اپنے آخری سفر پر جہاز پر سوار ہوئے تو ایک طرف انقلابیوں کی اکثریت نے خوشی کا اظہار کیا تو دوسری طرف چند ہزار لوگوں نے تہران کے امجدیہ سٹیڈیم میں اکٹھے ہو کر شاہ کے حق میں تقریریں کیں اور ''شاہ زندہ باد'' کے نعرے لگائے، یہاں تک کہ یہ ریلی زیادہ سے زیادہ جذباتی ہوتی گئی اور عورتوں نے رونا اور مردوں نے شاہ کے پرچموں کو چومنا شروع کر دیا۔

یکم فروری ۱۹۷۹ء کو جب ''آیت اللہ'' خمینی فرانس کی حمایت واجازت سے، فرانس ہی کے جہاز میں سوار ہوکر ''اسلامی انقلاب'' کا پرچم اڑاتے تہران پہنچے تو تقریباً سارا ہی تہران اس کے خیر مقدم کیلئے اُمڈ آیا، شہر میں کہیں کہیں پولیس اور فوجیوں کے ساتھ لوگوں کی کشمکش جاری تھی، چند ہی دنوں میں مسلح دستوں نے یکے بعد دیگرے نئے راہنما کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا شروع کردیا، شاہ کے خاص کمانڈوز کا ایک ایسا دستہ تھا جس کو ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا، مگر اس نے بھی آخر کار ہتھیار ڈال دیئے، بالآخر ۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو ایران کی اڑھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کا خاتمہ ہوگیا، کہا جاتا ہے کہ دنیا کے جدید ترین اسلحے سے لیس کسی ملک کی فوج کا یہ سریع ترین سقوط تھا۔ (مزید تفصیل کیلئے ''ایران، افکار وعزائم'' کا مطالعہ کیجئے)

۲:......ایران میں خونی انقلاب!

خمینی کے اقتدار سنبھالنے کے تین دن کے اندر ہی شاہ کے چوٹی کے جرنیلوں، وزیروں، سفیروں، اور ''ساواک'' کے عہدے داروں کو گولی ماردینے کا کام شروع کردیا گیا، انقلابی عدالتیں جو شیعہ مذہبی لیڈروں پر مشتمل ہوتی تھیں، اور جن کے منصفین کے نام صیغۂ راز میں رکھے جاتے تھے، ایک ہی نشست میں قتل کے فیصلے کرتیں، جن پر فوراً ہی عمل درآمد کردیا جاتا۔ (ایران، افکار وعزائم ص ۱۴)

تہران جنرل مؤرخہ ۱۷ر مارچ ۱۹۷۹ء نے لکھا کہ:...... ''یہ انقلابی عدالتیں جس طرح جلد بازی اور بے اصولی سے قتل کے فیصلے کررہی ہیں حکومت کے لیے باعث شرم ہے، انتقام ہمیں مضبوط نہیں بنا سکتا، صرف معیاری منصف اور آزادی کا رہی ہمیں مضبوط بنا سکتے ہیں''۔

ایک اور اخبار نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ:...... ''جون ۱۹۷۹ء تک ۳۰۰ لوگوں کو گولی ماردی گئی ہے اور باقی تقریباً چار ہزار جیلوں میں موت کا انتظار کررہے ہیں''۔ (ایران، افکار وعزائم ص ۱۷)

اخباروں نے لکھا کہ انقلاب کے بعد تہران میں اگر کوئی چیز باآسانی دستیاب تھی تو وہ خودکار رائفل، ہتھیار اور مشین گن تھی، ہزاروں انقلابی ایک کے بعد دوسری بیرک پر طوفانی طور پر حملہ آور ہوتے اور جو بھی اسلحہ ملتا اس کو اپنے قبضے میں لے لیتے اور چاروں طرف ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے شہر میں جشن مناتے۔ (ایضاً ص ۱۳)

شیعہ طبقہ مسلح ہونا اپنا حق اور تخریب کاری کو اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہے، ان کا قول ہے کہ دہشت گردی اور تخریب کاری کے عمل سے بڑی سے بڑی قوت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے، دراصل ایران کے انقلاب کی بنیاد ہی دہشت گردی اور تخریب کاری پر رکھی گئی تھی اور شاہ کے خلاف انقلاب کی راہ ہموار کرنے کیلئے ہزاروں ایرانیوں نے پی ایل او کے جارج حبش کی زیرِ نگرانی عراق، لیبیا اور لبنان میں دہشت گردی اور

تخریب کاری کی تربیت حاصل کی تھی، خمینی صاحب کی احسان فراموشی ملاحظہ ہو کہ جونہی ان کا ایران کے اقتدار پر قبضہ ہوا، انہوں نے طوطا چشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پی ایل او کو ایران کا دشمن قرار دے دیا، پی ایل او کے تربیت یافتہ ایرانی تخریب کاروں نے بعد میں پاسدارانِ انقلاب کے نام سے اپنے انقلابی فرائض سنبھال لئے، وہ اس فن میں ایسی مہارت حاصل کر چکے ہیں کہ اب دوسرے اسلامی ممالک کے شیعہ نوجوانوں کو اپنے کیمپوں میں تخریب کاری کی تربیت دیتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے تربیت یافتہ تخریب کار اپنے جرائم کے ارتکاب کے بعد شاذ و نادر ہی پکڑے جاتے ہیں۔ (ایضاص ۶/۵)

دو سنّی علماء، علامہ عبد العزیز ملا زادہ، اور علامہ احمد مفتی زادہ، جنہوں نے خمینی کی جلاوطنی کے دوران تحریک کی قیادت کی تھی، انقلاب کی کامیابی کے بعد پہلی مجلس کے رکن بنے اور قایدِ انقلاب صاحب کی دغابازی اور فریب دہی کے خلاف آواز اٹھانا چاہی تو انہیں غائب کر دیا گیا اور جرم حق گوئی کی پاداش میں کسی نامعلوم عقوبت خانے میں بے نام و نشان موت کا نشانہ بنا دیا گیا۔

شیعہ حکومت کا پہلا ہدف سنّی اکثریتی صوبہ ''کردستان'' بنا جہاں ان پر کیمونسٹ اور انقلاب دشمن ہونے کا الزام لگا کر نیپام بم برسائے گئے اور ہزاروں مردوں عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور لاتعداد عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ (ایضاص ۴۹)

سنّی صوبہ ''بلوچستان'' کی آبادی کو بھی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دہشت گردی اور بربریت کا نشانہ بنایا گیا۔ بلوچستان میں جہاں ۹۹ فیصد سنّی آباد ہیں اب تک ہزاروں لوگ یا تو تختۂ دار پر لٹکائے جا چکے ہیں یا گولیوں سے بھونے جا چکے ہیں۔ (ایضاص ۵۱)

اپنے نام نہاد مخالفین کو مارنے کے ساتھ ساتھ ایران کے شیعہ انقلابیوں نے سوچا کہ دوسری غیر مذہبی جماعتوں، مجاہدینِ خلق، فدائینِ خلق اور سنّی مسلمانوں کا زور، بلکہ وجود بھی ختم کر دینا چاہئے۔
(ایران، افکار و عزائم ص ۱۸)

وائس آف امریکہ کی اطلاع کے مطابق انسانی حقوق کے کمیشن نے ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ ایران میں گذشتہ تین سال کے دوران ۲۰ ہزار افراد کو سیاسی وجوہ کی بناء پر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ان میں سے بعض کی عمر ۲۰ برس سے زیادہ نہیں تھی۔ (نوائے وقت ۱۸ فروری ۱۹۸۳ء)

''آتش کدۂ ایران'' کے مصنف اختر کاشمیری اس صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انسانی حقوق کے کمیشن نے ان بیس ہزار افراد کی تعداد بتائی ہے جو گذشتہ تین برسوں میں موت سے ہمکنار ہوئے، جبکہ انقلاب کے ابتدائی دو برسوں میں سزائے موت پانے والوں کی تعداد اس سے

کہیں زیادہ ہے۔اگر عالمی اداروں کی تمام رپورٹس کو مدنظر رکھا جائے تو مرنے والوں کی جو تعداد سامنے آئے گی،اسے دیکھ کر زندہ انسانوں کے دل پر ہول طاری ہو جائے گا۔اگر اُن بچوں، بوڑھوں، اور جوانوں کو بھی مرنے والوں میں شامل کرلیا جائے جو میدان جنگ کی خاک میں گم ہوگئے تو ایرانی قوم کی نسل کشی کی جو بھیانک تصویر اُبھرے گی،اسے مہذب دنیا کا کوئی فرد دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔موت کے ان اعداد وشمار کا سامنا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔یہ محکمہ حضرت عزرائیلؑ کے پاس ہے جو ان دنوں ایران میں تشریف فرما ہیں۔جہاں ایسے لوگوں کی لمبی لائن لگی ہوئی ہے جو زبانِ بے زبانی سے کہہ رہے ہیں۔

نہ پوچھو! میری انتہا موت ہے وہ مجرم ہوں، جس کی سزا موت ہے

(آتشکدۂ ایران ص۷۲)

حال ہی میں روزنامہ دنیا کے سنڈے میگزین میں چار ایرانیوں کی ڈائری شائع ہوئی،اس میں سے ایک کی ڈائری کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''رضا چاندن،(گرافک ڈیزائنر): آج شام دوستوں کے ساتھ عفو ودرگذر بمقابلہ انتقام کے موضوع پر طویل گفتگو ہوئی، یہ موضوع عباس امیر انتظام کے باعث چھڑ گیا،امیر انتظام انقلاب کے بعد وجود میں آنے والی پہلی عبوری حکومت میں وزیرِ اعظم مہدی بازگان کے نائب تھے،مگر جب انقلابی پے درپے مخالفین کو پھانسیاں دینے لگے تو وہ ان کے خلاف ہوگئے،ان کا کہنا تھا کہ اسلام ہمدردی،سمجھ بوجھ اور عفو ودرگذر کا دین ہے،لیکن حکومت نے اسے تباہی،موت اور تشدد کا مذہب بنا ڈالا،چنانچہ حکومت نے دسمبر ۱۹۷۹ء میں امیر انتظام پر امریکہ کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگا کر انہیں گرفتار کرلیا،سرکاری جج نے ان کو عمر قید سنائی،وہ تب سے اب تک زیرِ حراست ہیں۔''

(سنڈے میگزین روزنامہ دنیا،۱۵دسمبر۲۰۱۳ء،ص۷)

انقلابی کمیٹی کے ایک جج خلخالی نے ایک آٹھ سالہ بچی کو اس جرم میں سزا سنائی کہ وہ رجاوی کی تصویر سے کھیلتی ہوئی گھر سے باہر نکل آئی تھی، وہ معصوم یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ انقلاب کیا ہے؟ رجاوی کون ہے؟ انقلاب سے اسے کیا دشمنی ہے؟ اس وحشیانہ سنگدلی پر باز پرس کی بجائے حوصلہ افزائی کی گئی اور اس سنگدلی کو''عدلِ خلخالی'' کا نام دیا گیا۔(آتشکدۂ ایران ص۷۶)

۳:......انقلاب کا دوسرے ممالک میں اثر انداز ہونا!

ایرانی حکمران دوسرے ملکوں میں موجود اپنے مخالفوں کو بھی اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہیں اور ان کو ختم کرنے کیلئے مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں، یہاں تک کہ عراق کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

وہاں پناہ لینے والے کرد اور مجاہدین خلق کے ٹھکانوں پر بمباری کی جاتی ہے اور ان کے سیاسی لیڈروں کو قتل کرنے کے لیے اپنے سفارتی کارکن اور بغداد میں سفارتِ ایران کی گاڑیاں بھی استعمال کی جاتی ہیں، دوسرے ملکوں میں اپنے مخالفوں سے نمٹنے کیلئے حکومت ایران نے ایک خاص تنظیم ''القدس سکواڈ'' کے نام سے قائم کی ہے، قاہرہ کے عربی اخبار ''الاہرام'' کے مطابق خطہ کے تمام انتہا پسند لیڈروں کے مستقل مراکز ایران میں ہی ہیں، ان کو ایرانی ''پاسدارانِ انقلاب'' کی نگرانی میں اسلحہ کے استعمال اور تخریب کاری کی تربیت دی جاتی ہے، مجاہدین کے لیڈر آقائی محمد سیاں نے اخبار کو بتایا کہ ''القدس سکواڈ'' کے کمانڈوز کا سب سے بڑا تربیتی مرکز تہران کی امام علی یونیورسٹی میں واقع ہے، یہ یونیورسٹی تہران کے شمال میں شاہ کے محل سعد آباد پیلس میں قائم کی گئی ہے، اس یونیورسٹی میں مختلف ممالک، (جن میں پاکستان بھی شامل ہے) کے نوجوانوں کو اعلیٰ فوجی اور دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے اور ان کو ذہنی اور جسمانی طور پر دوسرے ملکوں میں ہر طرح کی تخریب کاری کیلئے تیار کیا جاتا ہے، یونیورسٹی کے ذیلی مراکز مشہد، قم اور تبریز میں ہیں جبکہ ملک سے باہر ایسے ہی مراکز افغانستان، لبنان اور سوڈان میں بھی قائم ہیں۔(الاھرام: ۸ دسمبر ۱۹۹۲ء)

عراقی خبر رساں ایجنسی (INA) کے مطابق مجاہدین خلق کے ترجمان نے الزام لگایا کہ حال ہی میں ایران کی حکومت نے بہت سے تربیت یافتہ تخریب کاروں کو سیاسی حیثیت دے کر اپنی وزارت خارجہ میں منتقل کر دیا ہے تاکہ دوسرے ملکوں میں دہشت گردی اور تخریب کاری آسان ہو سکے اور ان لوگوں کی سفارتی حیثیت کی بنیاد پر ان کو کوئی گزند بھی نہ پہنچے۔ ترجمان نے کہا کہ سفارتی کارکن اس سے پہلے کاظم رجوی کو جنیوا میں قتل کر چکے ہیں۔ اور دوسرے ملکوں یعنی فرانس، اٹلی، لبنان، سعودی عرب، تھائی لینڈ، ترکی، اور پاکستان میں تخریب کاری اور ایران مخالف لیڈروں کے قتل کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔(ایران، افکار وعزائم ص ۱۹ تا ۲۱)

اگر ان تمام حقائق کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان جو گزشتہ کئی سالوں سے دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے، ایران کے اس میں ملوث ہونے کے سو فیصد امکانات بلکہ شواہد ہیں، امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے سانحۂ شہادت سے لے کر تعلیم القرآن کے سانحے تک ایک ہی نادیدہ ہاتھ ہے جو لہو کی گلکاریاں کرتا چلا جاتا ہے، کہنے والے کہتے ہیں کہ سانحۂ تعلیم القرآن سے ایک دن پہلے ایرانی وزیرِ خارجہ صاحب پاکستان آ کر براجمان ہو گئے تھے اور سانحہ کے تین دن بعد واپسی کیلئے رختِ سفر باندھا، چہلم سے ایک روز پہلے پھر ملکِ عزیز میں قدم رنجہ فرمایا اور چہلم کے جلوس کو پوری عزت واحترام اور دھوم دھام سے نکالنے کے بعد بصد مسرت وشادمانی عازمِ وطن ہوئے۔

ملک پاکستان کے علاوہ سعودی عرب میں ایرانی مداخلت کے مختلف مناظر بار ہا سامنے آتے رہتے

ہیں یہاں تک کہ خمینی کی موجودگی اور سرپرستی میں حج کے مبارک موقع پر جو فساد برپا کر کے قتل وخون کا کھیل کھیلا گیا وہ ساری دنیا جانتی ہے، شام کے ظالم حکمران بشار جس نے سنّی مسلمانوں پر ظلم کے اتنے پہاڑ توڑے ہیں کہ اب اس کے حامیوں کو بھی اس کی حمایت کرتے ہوئے شرمندگی محسوس ہو رہی ہے، اس بشار کی حمایت ایران کی انقلابی حکومت کھلم کھلا اور علی الاعلان کر رہی ہے۔ بحرین اور کویت کی حکومتوں کو سبوتاژ کرنے کی ایرانی سازشیں نصف النہار کے سورج کی طرح عالم آشکارا ہو چکی ہیں، ایرانی انقلابیوں کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

۱:......دنیا کے ہر کونے میں ایرانی انقلاب اور شیعہ عقیدے کے مخالفین کو ختم کرنا۔

۲:......شیعہ عقیدے کی تعلیم کو دنیا کے ہر کونے میں پہنچانا۔

۳:......دوسرے ممالک میں شیعہ عقیدے کے افراد کو فعال بنانا، ان کی مالی مدد کرنا، اسلحہ سپلائی کرنا اور ان کو اپنے ملکوں میں شیعہ انقلاب لانے کیلئے تخریب کاری کی تربیت دے کر استعمال کرنا۔

۴:......اسلامی ممالک میں شیعہ انقلاب کی راہیں ہموار کرنا۔

ان مقاصد کے حصول کیلئے ایران دوسرے ممالک میں نہایت مستعد اور باصلاحیت نمائندے بھیج رہا ہے اور اپنے منصوبے پر کروڑوں ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ پاکستان کی شیعہ جماعت ''تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ'' جو ایرانی اخباروں کے مطابق ان کے انقلاب کے الہامی اثرات کے تحت قیام پذیر ہوئی تھی، اس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ پاکستان میں ایرانی طرز کا انقلاب لانے کیلئے اپنے کارکنوں کو ضروری تربیت دے رہی ہے۔ (ایران، افکار وعزائم ص ۳۷)

ان تمام حقائق کے بعد بھی افسوس کہ خمینی انقلاب کے دلدادہ حضرات کی جانب سے یہ پروپیگنڈا جاری ہے کہ ایرانی انقلاب ایک پُر امن انقلاب تھا، ان کے اس پروپیگنڈے پر تو زیادہ تعجب نہیں، لیکن جب سنّی مسلمان بھی ان کے پروپیگنڈے کی رو میں بہتے ہوئے ان ہی کی زبان بولتے ہیں تو نجانے کیوں ملت اسلامیہ کے وجود پر لگائے گئے ایرانی زخموں سے پھر تازہ لہو رِسنے لگتا ہے!! اللہ جل شانہٗ ہمیں سمجھ عطاء فرمائیں۔ آمین

مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی

اہل سنت کے بہتے لہو کی فریاد

قتل وغارت اور انسانی خون کی ارزانی کے حوالے سے لکھی جانے والی حالیہ تاریخ ہلاکو اور چنگیز ایسے ظالم کرداروں کی یاد از سرِ نو تازہ کر رہی ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان خاص طور پر دہشت گردی اور بدامنی کی لپیٹ میں ہے، ہر صبح کے اخبارات خونی خبروں سے مزین دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے ہم کسی جنگل کے باسی ہیں، جہاں نہ کوئی قانون ہے اور نہ اسے نافذ کرنے والا کوئی ادارہ۔

ارضِ پاک کی مسلک کے اعتبار سے واضح اکثریت ''اہل سنت'' کے علماء ومشائخ اور عامۃ الناس کو جس طرح ٹارگٹ کیا جا رہا ہے، اس سے یوں لگتا ہے جیسے یہ کوئی عضوِ بیمار ہیں جسے تلف کرنے میں ہی عافیت ہے۔ **فیا اسفا**

سانحہ راولپنڈی ''جس میں بیسیوں بے گناہ، خونی ماتمی خنجروں سے شہید کر دیئے گئے تھے'' کے بعد قتل وغارت گری کا یہ سلسلہ طول پکڑتا جا رہا ہے۔ چنانچہ سرسری جائزہ کے مطابق مولانا شمس الرحمٰن معاویہ لاہور میں......مولانا اسعد محمود عباسی اور مفتی منیر معاویہ اسلام آباد میں......حضرت مولانا مفتی عثمان یار ساتھیوں سمیت کراچی میں......احسن العلوم کے دو طلباء کراچی میں......بنوری ٹاؤن کے دو طلباء کراچی میں ......مولانا قاضی اطہر ٹانک میں......مولانا قاضی اختر اورنگی کراچی میں شہید کر دیئے گئے، جبکہ مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کے بھائی اور مولانا عبدالحمید خالد راولپنڈی میں دو مختلف حملوں میں زخمی کر دیئے گئے اور ان کے تین رفقاء شہید ہو گئے۔ اہل سنت والجماعت [سپاہِ صحابہؓ] کے مطابق گزشتہ چند ماہ میں **70** کے لگ بھگ علماء کرام شہید کیے گئے جبکہ متعدد زخمی و لاپتہ ہیں۔

حیرت انگیز خبر تو یہ ہے کہ پشاور اور چارسدہ کے تبلیغی مراکز بھی خون ریزی کی حالیہ لہر سے محفوظ نہ رہ سکے، چنانچہ ان مراکز کو اس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہاں سب جمعہ کے اجتماعات منعقد تھے، جس کے نتیجے میں متعدد افراد شہید ہوئے اور سینکڑوں اب بھی اپنے زخموں کو سہلا رہے ہیں ؎

جلا لیے نہ سرِ شام آنسوؤں کے چراغ
ابھی تو رات کی تاریکی کا بچپن ہے

ممکن ہے بہت سے نام ہمارے علم میں نہ آسکے ہوں، خدا تعالیٰ ان تمام بے گناہوں کی شہادتوں کو قبول فرمائیں، اللھم آمین

حکومتی اقدامات بے اثر کیوں ہیں؟

اگر ہم طبقۂ اہل سنت کے بے گناہ قتل پر دل گرفتہ اور شکوہ کناں ہیں تو اللہ شاہد ہے دوسرے کسی بھی گروہ کے بے گناہ مارے جانے پر ہمیں قطعاً کوئی خوشی نہیں، مسلکی اختلافات اور مباحث اپنی جگہ، لیکن افراد کو کہاں اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ عقیدہ کی سچائی دوسرے فریق کی گردن مار کر ثابت کریں؟

لہٰذا ہماری اربابِ اقتدار سے التجاء ہے کہ خدارا اپنے وسائل اور ادارے بروئے کار لائیں اور بلا تفریقِ مسلک بے گناہ مارے جانے والوں کی دادرسی کرتے ہوئے اُن خونی ہاتھوں تک پہنچیں جنہوں نے یہ اندھیر نگری مچا رکھی ہے۔ ہماری یہ التجا اور خواہشیں اپنی جگہ، لیکن زمینی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ گویا حکومتی ترجیحات میں یہ قضیہ شامل ہی نہیں۔

دیکھئے: سانحۂ راولپنڈی کس طرح میٹنگز کی نذر کر دیا گیا؟

علماء کرام کیسے حکومتی گھیرے میں آ گئے؟

چند دن اخباری بیانات......احتجاج......فلک شگاف نعروں سے گونجتی راجہ بازار کی شہدا کانفرنس اور بالآخر رات گئی بات گئی۔

نہ حکومت معاملہ کی تہہ تک پہنچ کر حقیقتِ حال تک رسائی پانے کے لیے تیار ہے اور نہ علماء کرام میں اتنی سکت کہ کم از کم ایشو کو زندہ رکھتے ہوئے پریشر بنا سکیں۔ اس سانحہ کے بعد پیش آنے والے متعدد واقعات کے ساتھ بھی حکومتی سلوک ویسا ہی ہے، آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کا وعدہ اور قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی پُھسپھسی یقین دہانی اور بس......

شاید سوءِ اتفاق ہے اور قابل غور امر بھی کہ دینی طبقہ سے ووٹ لے کر برسرِ اقتدار آنے والی پاکستان مسلم لیگ (ن) کے دور میں ہی علماء اور طبقۂ اہل سنت کا خون اتنا ارزاں کیوں ہو جاتا ہے؟

فسردہ ہونے سے حاصل؟ چلو تلاش کریں
کہیں تو ہوں گی بہاریں جو گلستاں میں تھیں

[شہرت بخاری]

کوئی وجہ نہیں کہ اگر ہمارے سیکورٹی ادارے روایتی بیان بازی، واقعہ کے بعد چند لمحاتی پھرتی چھوڑتے ہوئے پورے یکسو اور فعال ہو کر ان اسباب وعوامل کا کھوج لگائیں جن سے دہشت گردی کی فصل کو

پانی میسر ہوتا ہے تو یہ خونی اور کرب ناک سلسلہ ختم نہ ہو۔

لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی باندھے کون؟

میرِ کارواں کہاں ہیں؟

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے میرِ کارواں کے لیے نگہ بلند۔ سخن دل نواز۔ جان پر سوز ایسی صفات ذکر کی ہیں، لیکن اہل سنت کے بہتے لہو کی ارزانی سے تو لگتا کہ مٹھی بھر افراد پر مشتمل گروپس کو اپنے اپنے میرِ کارواں تو حاصل ہیں، لیکن نگہ بلند۔ سخن دل نواز اور جاں پر سوز ایسی صفات کی حاملین قیادتیں اب کتابوں میں موجود قصۂ پارینہ ہیں جسے پڑھ کر سینہ ہی ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔

غور فرمایئے!

☆......اس قدر قتل وغارت [خاص کر سانحۂ راولپنڈی] کے بعد طبقۂ اہل سنت کے سرکردہ گروپس کے لیڈرانِ کرام نے [سوائے ایک احتجاجی کانفرنس] کسی اجتماعی فکر کا مظاہرہ کیا ہے؟

☆......کیا ملکی سطح کی کوئی نتیجہ خیز میٹنگ کال کی گئی ہے؟

☆......کیا وفاق المدارس کوئی کردار ادا کرتا محسوس ہو رہا ہے؟

☆......کیا بڑے بڑے مناصب اور قابلِ قدر نسبتوں کے حامل میرے لیڈرانِ کرام کی طرف سے روایتی بیان بازی سے ہٹ کر کوئی لائن آف ایکشن دی گئی ہے؟

☆......کیا قافلۂ اہل سنت کے حاملین جبہ ودستار میرے محترم راہ نما اِس فکر میں کہیں مل بیٹھنے کو تیار بھی ہیں؟

☆......کیا قائدین کے لیے نعرے لگاتے غریب ماؤں کے صحابہؓ کی عزت وناموس کے لیے پُر جوش وپُر عزم لعل یوں ہی شاہراہوں پر بن پانی کے مچھلی جیسے تڑپتے رہیں گے؟ اور آپ......؟

حشر ڈھانے میں ایک ہیں دونوں
آپ کی خامشی، میری فریاد

[عبداللطیف تپش]

پسِ تحریر:

مذکورہ بالا تحریر کی تکمیل کے بعد حکومت اور طالبان کے مابین مذاکرات کی طرف پیش رفت ہوئی اور دونوں جانب سے مذاکراتی کمیٹیاں قائم کی گئیں جو قیامِ امن کے لیے کوشاں ہیں، خدا تعالیٰ کامیابی سے نوازیں اور پاکستان کو امن واستحکام نصیب ہو۔ آمین

اس ضمن میں افسوسناک رویہ قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور قائد تحریک انصاف جناب عمران خان صاحب کی طرف سے سامنے آیا ہے، جو ایک عرصہ سے مذاکرات کی دہائی دیتے چلے آرہے تھے، لیکن جب مذاکرات کا وقت آیا تو ہر دو حضرات نے معذرت کرلی۔

عمران خان صاحب تو غالباً ''طالبان خان'' کی تہمت سے بچنے کے لیے فرار ہوئے، البتہ حضرت مولانا زید مجدہم ہمیشہ کی طرح اس معاملہ میں بھی پُراسراریت کی شان رکھتے ہیں، کاش آپ اپنی طے کردہ پالیسیوں میں ابہام کے بجائے وضاحت فرمادیا کریں تو شاید ہم ایسے کارکن اور عقیدت مند اندھیرے میں تیر چھوڑنے کے بجائے اپنی پالیسی بیان کرکے بے دین عناصر کے نشانے سے اپنی قیادت کو بچاسکیں اور دیوبندیت کا وقار اور بھرم بچ پائے۔

ہمیں یقین ہے کہ حضرت مولانا اگر مذاکرات کے حوالہ سے کوئی کردار ادا کرتے تو نہ صرف یہ کہ مثبت نتیجہ کی توقعات بڑھ جاتیں بلکہ اس سبکی سے بھی بچ جاتے جو مولانا عبدالعزیز صاحب زید مجدہم کی سادہ لوحی کی وجہ سے ہوئی اور 73ء کے آئین کے حوالے سے قابلِ فخر کاوشیں غیر شرعی قرار پائیں......

بہر حال دعا گو ہیں اونٹ جس کروٹ بھی بیٹھے خیر اور سلامتی مقدر ہو......آمین بجاہ النبی الکریم

دعائے صحت کی درخواست

درجِ ذیل حضرات وخواتین کی صحت وعافیت کے لیے قارئین سے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

......مولانا ندیم الرشید صاحب [فاضل: دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور] کی خوش دامن (ساس) صاحبہ۔

......مولانا محمد نوید حاصل پوری [مکتبہ صفدریہ، بہاول پور] کے والدین وبھائی جو ٹریفک حادثے میں زخمی ہوگئے۔

......بندہ ناچیز خادم اہل سنت حمزہ احسانی غفرلہ [مدیر: مجلّہ صفدر] گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے مسلسل علیل ہے۔

وفیات

گزشتہ دنوں درجِ ذیل خواتین وحضرات انتقال فرماگئے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

......شیخ الحدیث مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم [مہتمم: جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال وخلیفہ مجاز: حضرت قائد اہل سنتؒ] کے برادرِ مکرم۔

......مولانا قاری جمشید صاحب [مدرس: جامعۃ الرشید کراچی] کی والدہ محترمہ

......مولانا احسن خدامی [مدیر مسئول مجلّہ صفدر] کے سسر ماموں

......قاری محمد ہاشم صاحب [مدرس: مدرسہ حسینیہ سرگودہا] کی والدہ محترمہ

مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہم

مرزا غلام قادیانی کا فقہی مذہب......حنفیت یا غیر مقلدیت

نوٹ: درج ذیل تحریر حضرت والدمکرم دام مجدہم نے اپنی تالیف ''مرزا غلام قادیانی کا فقہی مذہب......حنفیت یا غیر مقلدیت'' کے ''حرف آغاز'' اور ''مقدمہ'' کے طور پر لکھی تھی۔[خادم]

محترم قارئین کرام: آج سے تقریباً ۲۰ ،سال قبل ۱۹۸۴ میں بعض غیر مقلدین اور بریلوی حضرات کی طرف سے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ پر عائد کئے گئے ایک الزام کے جواب میں ہم نے ''فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی'' کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف حضرت گنگوہیؒ کے چند''فتاوٰی'' نقل کئے گئے تھے۔اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت گنگوہیؒ مرزا قادیانی کو کافر اور کاذب تسلیم کرتے تھے.ان پر یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے کہ وہ تکفیر مرزا کے بارہ میں کسی شبہ یا بے یقینی میں مبتلا تھے۔بحمد اللہ تعالی اس رسالہ کو......شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ......اور سفیر ختم نبوّت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر نے بہت پسند فرمایا۔

اس رسالہ میں جزوی طور پر مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت کا بھی سرسری تذکرہ آیا،تو ہم نے اس پر بھی چند ٹھوس حوالے نقل کر دیئے، کیونکہ غیر مقلدین کی طرف سے مرزا قادیانی کو حنفی ثابت کرنے کے لئے مسلسل پروپیگنڈہ جاری تھا، ہماری طرف سے اس ہلکے سے ردعمل نے غیر مقلدین کے متعصّب حلقوں میں ایک کھلبلی مچادی اور وہ بدحواس ہو کر چیخ اٹھے. چنانچہ ان کی طرف سے ہمارے اس رسالہ کے جواب میں تین کتابیں منظرِ عام پر آ گئیں۔

۱......**مطرقتہ الحدید برفتوٰی مولوی رشید**........مؤلفہ مولانا محمد یحییٰ گوندلوی

۲......حنفیت اور مرزائیت..............................مؤلفہ مولانا عبدالغفور اثری سیالکوٹی

۳......علماء دیوبند کا ماضی..............................مؤلفہ حکیم محمود احمد سلفی مرحوم

مذکورہ تینوں کتب میں تقریباً ایک ہی جیسے دلائل کے ساتھ مرزا قادیانی کو حنفی ثابت کرنے کی بھرپور مگر ناکام کوشش کی گئی۔ان تینوں کتب کے جواب میں ہم نے ۱۹۹۰ء میں......

''سیف حنفی...... بر گردن...... فتنہ اثری، گوندلوی، سلفی''

کے نام سے تقریباً ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب شائع کی، جسے علمی اور عوامی دونوں حلقوں میں خاصی پذیرائی حاصل ہوئی، اسمیں ہم نے مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت پر ۵۰، ایسے ٹھوس دلائل پیش کئے، جن کا جواب بحمد اللہ تعالیٰ غیر مقلدین آج تک نہ دے سکے. اور نہ ان شاء اللہ العزیز آئندہ دے سکیں گے۔

ہماری اس کتاب میں مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت کے علاوہ مذکورہ تینوں غیر مقلد علماء کے ان اعتراضات کا جواب بھی موجود تھا جو اصل اور بنیادی موضوع سے متعلق نہ تھے، اس لئے بعض احباب کو اس میں اصل موضوع سے غیر متعلق بحثیں سخت ناگوار گزریں، ان کا تقاضا یہ تھا کہ ان غیر متعلق اعتراضات کا جواب الگ اور مستقل کتاب میں دیا جانا چاہیے تھا، چونکہ اس وقت ہمارے خیال میں ان اعتراضات کا فوری جواب ناگزیر تھا، اس لئے ہم اس پہلو کی طرف توجہ نہ دے سکے اور ایک ہی کتاب کے اندر سارے جوابات جمع کر دیئے، لیکن اب ان مخلص احباب کی رائے کے احترام میں ہم اپنی مذکورہ کتاب کو دو مختلف ناموں سے دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہوئے دو مستقل کتابوں کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔

۱......مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب!

جس میں مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت پر بحث کی گئی ہے۔

۲......منکرین تقلید اپنے اعتراضات کے آئینہ میں!

جس میں غیر مقلدین کے دیگر اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ان دونوں حصوں کے اندر ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ کثیر تعداد میں اضافے کئے ہیں. پہلے حصّے میں مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت پر پہلے سے دوگنا یعنی ایک سو سے زائد دلائل پیش کئے گئے ہیں اور دوسرے حصّہ میں غیر مقلدین کی مذکورہ تینوں کتب کے علاوہ ان کی دیگر کتب میں بھی ''فقہ حنفی'' پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں، ان میں سے بیشتر کے جوابات بھی اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں، تاکہ اس عنوان سے بھی قارئین کرام زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

پہلا حصہ:......مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب......آپ کے ہاتھوں میں ہے، جب کہ دوسرا حصہ ان شاء اللہ العزیز بشرطِ صحت و زندگی بہت جلد قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا، خدا تعالیٰ ہم سب کو ترکِ تقلید کی خطرناک گمراہیوں سے محفوظ فرمائے اور اتباعِ سلف کی روشنی میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھے. آمین یارب العالمین۔

پھر نہ دینا طعنہ ناکامی ذوقِ نظر حوصلہ ہے کچھ تو آجاؤ نظر کے سامنے

مقدمہ

محترم قارئین کرام!

اصل موضوع '' مرزا غلام احمد قادیانی کی غیر مقلدیت'' پر بحث ہم ان شاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں بالتفصیل کریں گے، لیکن اس سے قبل ہم بطور تمہید مختصر طور پر تقلید کی تعریف واہمیت اور ترکِ تقلید کے نقصانات پر ہلکی پھلکی بحث ضرور کرنی چاہیں گے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرزا قادیانی کی ترکِ تقلید پر ہمیں بحث کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

مقلد اور غیر مقلد میں فرق!

سب سے پہلے ہم اپنے قارئین پر مقلد اور غیر مقلد کا فرق واضح کرنا چاہیں گے، تاکہ ان کے لئے مسئلہ تقلید کے مرکزی نکتہ کو سمجھنا آسان ہو جائے اور عوام کے اندر جو تقلید کا غلط مفہوم شائع ومشہور ہو چکا ہے، اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ عام طور پر عوام کے اندر یہی مشہور ہے کہ صرف ائمہ مجتہدین کے قیاس واجتہاد کا منکر ومخالف ہی غیر مقلد کہلاتا ہے، حالانکہ یہ غیر مقلدیت کی انتہائی ناقص ونامکمل تعریف ہے، علوم دینیہ سے ضروری واقفیت رکھنے والا ہر ذی شعور اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ اصولِ اہل سنت والجماعت کی روشنی میں دلائل شرعیہ چار ہیں۔......۱: قرآن حکیم......۲: سنتِ رسول......۳: اجماعِ امت......۴: قیاس مجتہد۔ ان ہی دلائل اربعہ کو ''اصول فقہ'' کہا جاتا ہے۔

اہل سنت کے مسلمہ اصول کے تحت مذکورہ چاروں دلائل کو قبول کرنے والا ہی اہل سنت والجماعت کہلا سکتا ہے. اور ان کا منکر ومخالف اہل سنت والجماعت سے خارج ہے. چونکہ مقلدین کو جو فقہ پڑھائی اور سکھائی جاتی ہے. (قطع نظر اس سے کہ وہ فقہ حنفی ہو یا فقہ مالکی، فقہ شافعی ہو یا فقہ حنبلی. کیونکہ اصولِ فقہ چاروں کے ایک ہی ہیں) اسمیں ان کو اصول فقہ کی حیثیت سے یہی دلائل اربعہ (قرآن وسنت اور اجماع وقیاس) دیئے جاتے ہیں. اور ان کی مکمل فقہ کے تمام مسائل انہی چاروں دلائل میں محدود ہوتے ہیں. اگرچہ ہر مجتہد کے اصول اجتہاد مختلف ہیں. اس مختصر بحث سے اتنی بات تو پوری طرح واضح وآشکارا ہو چکی کہ مذکورہ چاروں دلائل کو قبول کرنے والا ہی مقلد ہے. اور ان میں سے کسی ایک دلیل کا بھی منکر ومخالف غیر مقلد ہوگا۔

گویا یہی دلائل اربعہ اصول اہل سنت بھی ہیں اور اصول فقہ بھی، ان میں سے کسی ایک دلیل کا بھی منکر ومخالف نہ مقلد کہلا سکتا ہے اور نہ سُنّی۔

اس حقیقت سے بھی ہر ذی شعور واقف ہے کہ مذکورہ دلائل اربعہ میں ترتیب واہمیت کے اعتبار

سے سب سے کم درجہ کی دلیل قیاس مجتہد ہے. کیونکہ پہلے تینوں دلائل میں سے کسی دلیل کے ساتھ ثابت ہو جانے والے مسئلہ میں قیاس مجتہد کی قطعی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی. اب اس پہلو پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ حقیقت خوب نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جو شخص (یعنی مقلد) سب سے کم درجہ کی دلیل (یعنی قیاس) پر اتنی پختگی سے قائم ہے، کہ اپنے امام و مجتہد کا دامن چھوڑنے پر آمادہ نہیں، اس سے برتر و بالائی دلائل سے انکار و انحراف کا تصوّر کیونکر ممکن ہے؟ اس کے برعکس جو شخص (یعنی غیر مقلد) سب سے کم درجہ کی دلیل (یعنی قیاس) سے انکار و انحراف کرتا ہے، تو اس کے لیے بالائی دلائل سے بغاوت و سرکشی کا راستہ صاف و آسان ہو جاتا ہے. اور وہ رفتہ رفتہ اس سرکشی میں قدم آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے. کیونکہ فرمان نبوی ﷺ کا ترجمہ ہے کہ:

''صغیرہ گناہوں سے بے اعتنائی برتنے والے کا کبیرہ گناہوں کے لئے حوصلہ بڑھتا چلا جاتا ہے.
اور مشکوک و مشتبہ اشیاء سے پرہیز نہ کرنے والا بالآخر حرام کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔''

جب یہ معلوم اور واضح ہو چکا کہ مقلد اپنی فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں دلائل اربعہ کے دائرہ میں بند رہنے کا پابند ہوتا ہے. اور ان سے باہر نکلنے کی صورت میں وہ مقلد رہتا ہی نہیں. تو اس پہلو سے صورت حال کا جائزہ لینے سے غیر مقلدیت کا مفہوم بڑا وسیع اور کشادہ ہو جاتا ہے. مثلاً

......قیاس مجتہد کا قائل مقلد..................اور..................منکر غیر مقلد.
......اجماع امت کا قائل مقلد...............اور..................منکر غیر مقلد.
......اجماعی عقائد کا قائل مقلد..............اور...................منکر غیر مقلد.
......سنت رسول ﷺ کا قائل مقلد..........اور.....................منکر غیر مقلد.
......سنت رسول ﷺ کے اجماعی مفہوم کا قائل مقلد.....اور......منکر غیر مقلد.
......قرآن حکیم کا قائل مقلد...............اور..................منکر غیر مقلد.
......قرآن حکیم کے منصوص احکام کا قائل مقلد.........اور.........منکر غیر مقلد.

غرضیکہ غیر مقلدیت کا مفہوم اس حد تک وسیع ہوتا چلا جاتا ہے کہ.....توحید و رسالت کے منکر ہوں یا معجزات و کرامات کے......مقام صحابہؓ کے منکر ہوں یا شان اہل بیتؓ کے......خلافتِ راشدہ کے منکر ہوں یا قیامت و عذابِ قبر کے......اصولِ اہلِ سنت اور اصولِ فقہ کی روشنی میں یہ سب غیر مقلد قرار پائیں گے۔

غیر مقلدیت کے اس وسیع تر مفہوم کے حوالے سے اگر غیر مقلدیت کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ خاصی قدیم اور بڑی پرانی ہے. کیونکہ یہ حقیقت آفتاب نصفِ النہار کی طرح واضح و آشکارا ہے کہ غیر مقلدانہ طرزِ عمل کے اعتبار سے کائنات کا سب سے پہلا غیر مقلد'' ابلیس لعین'' ہے. اس لئے کہ سب سے پہلے

منصوص حکم الٰہی کا انکار کر کے وہی ترک تقلید کا مرتکب ہوا.اور پھر جوں جوں سلسلہ انبیاء کرام علیہم السلام دراز ہوتا گیا، غیر مقلدیت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا گیا.کیونکہ اصولِ فقہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ سنت رسولؐ کا مخالف ومنکر بھی غیر مقلد ہوتا ہے.لہٰذا انبیاء کرام علیھم السلام کی مخالفت ونافرمانی کرنے والے یقینی طور پر غیر مقلد ہی تھے۔

غیر مقلدیت کے اس وسیع تر مفہوم کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ حقیقت پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ ہم جب غیر مقلد کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کسی شخص کو غیر مقلد قرار دیتے ہیں تو وہ مذکورہ مفہوم کی روشنی میں ہی غیر مقلد ہوتا ہے البتہ اس غیر مقلدیت کے درجات اپنے اپنے ہیں.مثلاً......قیاس مجتہد کا منکر ومخالف تھرڈ کلاس غیر مقلد ہے......اجماعِ امت کا منکر و مخالف مڈل و سیکنڈ کلاس غیر مقلد ہے......سنت رسول ﷺ کا منکر ومخالف فرسٹ اور ہائی کلاس غیر مقلد ہے......اور قرآن واحکام قرآن کا منکر ومخالف سپیشل اور وی،آئی، پی کلاس کا غیر مقلد ہے......علیٰ ہٰذاالقیاس۔

اس مقام پر غیر مقلدین کی طرف سے پیدا کردہ اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ ائمہ اربعہ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کی تقلید منصوص احکام میں داخل نہیں.حالانکہ ان کا یہ دعویٰ سراسر خلافِ حقیقت ہے.کیونکہ جب مطلق مجتہد کی تقلید کا حکم قرآن وسنت میں منصوص ہے.تو پھر اس حکم کا اطلاق ہر اس شخص کے حق میں ثابت ہوگا،جس کا مجتہد ہونا مسلّم جائے.اب کون بدبخت وبدنصیب ہے جو ائمہ اربعہؒ کے مجتہد ہونے سے انکار کرسکے؟ جبکہ ان کے مجتہد ہونے پر پوری امت متفق ہے،حتّٰی کہ انصاف پسند غیر مقلد علماء بھی ان کا مجتہد ہونا تسلیم کرتے ہیں۔تو جب ان کا مجتہد ہونا اجماع امت سے مسلّم ہے تو پھر ان کی تقلید سے انکار وانحراف گمراہی نہیں تو کیا ہے؟ پھر جب اجماع امت بالاتفاق منصوص ہے تو اجماع امت کے ذریعہ ثابت ہونے والی تقلید ائمہ اربعہ کیوں منصوص نہیں ہوگی؟ یہی وجہ ہے کہ امّت کے اندر ہمیشہ صرف دو ہی اصطلاحات متعارف رہی ہیں.اہلیت اجتہاد رکھنے والوں کیلئے مجتہد کی.....اور اہلیت اجتہاد نہ رکھنے والے کے لئے مقلد کی......غیر مقلد اور نیم مقلد (یہ اصطلاح تنظیم اسلامی پاکستان کے بانی جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی ایجاد کردہ ہے) کی اصطلاحات ماضی قریب کی پیداوار ہیں.اس اعتبار سے من حیث الفکر تو غیر مقلدیت قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے.البتہ من حیث الجماعت،ایک مستقل مکتب فکر کی حیثیت سے یہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد معرض وجود میں آئی.جیسا کہ تاریخی حقائق سے ثابت ہے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی معروف کتاب ’’ الکلام المفید فی اثبات التقلید ‘‘ میں ضرور ملاحظہ کرلی جائے۔

ترکِ تقلید ہر گمراہی کی بنیاد ہے......فریقین (مقلدین وغیر مقلدین) کا فیصلہ:

مذکورہ بحث سے واضح طور پر یہ معلوم وثابت ہو چکا کہ ہر قسم کی فکری واعتقادی گمراہی کی اصل بنیاد ترک تقلید ہی ہے. کیونکہ کوئی بھی فکری گمراہی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس فکر کے بنیادی اصول و دلائل سے انحراف وروگردانی کی جائے. اور اسی انحراف وروگردانی کا نام ترکِ تقلید ہے. ہر صاحب علم وعقل اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ انسان کسی بھی مسئلہ کے بنیادی فکر پر قائم رہتے ہوئے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا. اس لئے کہ بنیادی اصول ہی گمراہی سے محفوظ رکھتے ہیں. اس اعتبار سے ترک تقلید کا ''ام الضلالۃ'' ہونا اس قدر واضح ہے کہ بہت سے محققین (جن میں بعض غیر مقلد علماء بھی شامل ہیں) اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں. آیئے اس پر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمالیجئے۔

حکیم الہند امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا فیصلہ!

برصغیر پاک وہند کے تمام مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث) کے استاذ الاساتذہ اور بارہویں صدی ہجری کے بالاتفاق مجدد، حکیم الہند حضرت امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حنفی المذہب ہونا اظہر من الشمس ہے. اور وہ تقلید ائمہ اربعہؒ سے علیحدگی کو سراسر گمراہی قرار دیتے ہیں. چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

> اگر کوئی جاہل وبے علم انسان ہندوستان یا ماوراء النہر کے علاقہ میں ہو. اور اس مقام پر کوئی شافعی، مالکی، اور حنبلی عالم موجود نہ ہو. اور ان مذاہب والوں کی کوئی کتاب بھی وہاں نہ مل سکے، تو ایسے شخص پر صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کی تقلید واجب ہوگی. اور امام صاحب کے مذہب سے اسکا نکلنا حرام ہو گا. اس لئے کہ اس صورت میں وہ شخص شریعت کی پابندی گلے سے اتار کر بالکل آزاد اور مہمل ہو جائے گا. بخلاف اس کے کہ وہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ہو۔ (انصاف فی بیان سبب الاختلاف ص ۷۱)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ تقلید شخصی کو واجب قرار دیتے ہیں. اور ان کے نزدیک جس مقام پر مذاہب اربعہ میں سے دو یا دو سے زائد مذاہب موجود ہوں، وہاں ان میں سے کسی ایک کی بھی تقلید درست ہے جیسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ. اور جہاں ان میں سے صرف ایک ہی فقہی مذہب موجود ہو، وہاں صرف اسی کی تقلید واجب ہوگی، اور اس سے باہر نکلنا حرام ہوگا قطع نظر اس سے کہ اس مقام پر مذہب حنفی ہو یا مذہب شافعی، مذہب مالکی ہو یا مذہب حنبلی۔ کیونکہ تقلید ائمہ سے نکلنا درحقیقت حدود شرعیہ سے نکلنا اور مذہب کی بندشوں سے آزاد ہونا ہے. جو انتہائی خطرناک ہے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ علاقوں میں چونکہ تقریباً چاروں مذاہب موجود ہیں. لہذا وہاں کسی بھی ایک امام کی تقلید درست ہوگی. جبکہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور وسط ایشیا وغیرہ علاقوں میں صرف فقہ حنفی موجود ہے۔ لہٰذا ان

مقامات پر صرف فقہ حنفی کی تقلید ہی واجب ہوگی۔

علامہ شبلی نعمانی مرحوم کا فیصلہ!

علامہ شبلی نعمانی مرحوم برصغیر پاک وہند کے علمی وادبی حلقوں میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں.وہ بھی غیر مقلدیت کو اسلام اور امت کے لئے زہر قاتل تصور کرتے تھے. چنانچہ شیخ محمد اکرام مرحوم فرماتے ہیں کہ

> جن دنوں مولانا شبلی نعمانی پر حنفیت زوروں سے غالب تھی، وہ کہا کرتے تھے کہ ایک مسلمان عیسائی ہوجائے تو ہوجائے، لیکن غیر مقلد کیسے ہوسکتا ہے۔(موج کوثر....ص۷۱)

یعنی علامہ شبلی نعمانی مرحوم کے نزدیک ایک مسلمان کا عیسائی یا یہودی مذہب اختیار کرلینا تو قابل فہم ہے.لیکن اس کا غیر مقلد ہونا ناقابل فہم ہے.شائد اس لئے کہ عیسائیت ویہودیت بیرونی فتنے ہیں.اور غیر مقلدیت کی حیثیت اندرونی شورش کی ہے۔اور اندرونی شورش بہرحال بیرونی فتنوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے.خدا تعالیٰ محفوظ فرمائے.آمین۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا فیصلہ!

حکیم الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ تحریک آزادی برصغیر کے عظیم جرنیل کی حیثیت سے کسی بھی قسم کے تعارف سے بے نیاز ہیں.عصری تقاضوں کے تحت ان کے بعض افکار ونظریات میں اجتہادی عنصر جھلکتا نظر آتا ہے.لیکن مجموعی اعتبار سے وہ تقلید کی بندشوں سے آزادی کو گمراہی قرار دیتے ہیں، مولانا آزاد مرحوم نے حنفی گھرانہ میں جنم لیا لیکن خود ان کی اپنی ذات پر حنبلی ذہن غالب رہا.جدت پسندی کے طبعی ذوق نے زندگی کے ایک موڑ پر انہیں نیچرت کے دامن میں ڈال دیا.اور وہ ذہنی ناپختگی کی بناء پر سرسید احمد خان کی نیچری تعلیمات سے متاثر ہوکر نیچری ہوگئے۔

لیکن جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگان دیوبند کی علمی وفکری صحبتوں سے فیض یاب ہوئے تو نیچریت کے تمام لادینی نظریات سے رجوع فرمالیا. چنانچہ انہوں نے اپنی فکری وعملی زندگی کے نشیب وفراز کی جو داستان اپنے شاگرد ورفیق مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم کو قلمبند کرائی وہ ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے.اس میں اپنے زمانہ نیچریت کا نقشہ کھینچتے ہوئے مولانا آزاد مرحوم فرماتے ہیں کہ:

> والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت (یعنی ترکِ تقلید) پھر نیچریت اور نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحاد قطعی کی ہے.اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے. اس لئے کہ وہ نیچریت کو ہی الحاد قطعی سمجھتے تھے.لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ وہ

تیسری منزل الحاد ہے. اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا. سرسید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت (یعنی ترکِ تقلید) کی ہی پیش آئی تھی. اصل یہ ہے کہ عقائد و فکر کے توسیع و تطوّر کے لئے پہلی چیز یہ ہے کہ تقلید کی بندشوں سے پاؤں آزاد ہوں۔ وہابیت اس زنجیر کو توڑتی ہے. اب اگر اس کے بعد آزادیٔ فکر، بے قیدی اور مطلق العنانی کی صورت اختیار کر لے تو بلاشبہ یہ نہایت مضر صورتیں بھی اختیار کر سکتی ہے۔

زندگی کے اس حصہ میں میری دماغی حالت حسب ذیل تھی: (۱) تقلید رسوم کی بندش ٹوٹ چکی تھی۔ (۲) تقلید آباؤ اجداد کے تمام نقوش اگر مٹ نہیں چکے تھے تو بہت مدہم پڑ چکے تھے۔ (۳) لیکن آزادیٔ فکر نے ابھی کوئی مطمئن حالت حاصل نہیں کی تھی، شکوک و شبہات نئے نئے اٹھ رہے تھے گرد و پیش میں اس کے دفع کی قوت نہ تھی. بلکہ ضعف کی وجہ سے اور برانگیختی ہو رہی تھی. اکثر حالتوں میں شکوک فتح مند رہتے تھے. مطالعہ کی وسعت انہیں اور بڑھا رہی تھی. اور نئے نئے میدان بھی کھل رہے تھے۔ (۴) طبعیت پوری طرح قدرتی طور پر کسی نئی حالت کے لئے تیار و منتظر تھی۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص۳۶۸)

اب معاملہ تقلید و عدم تقلید اور وہابیت و حنفیت سے گزر چکا تھا. اور ایک ایسی بلندی پر اپنی جگہ محسوس ہو رہی تھی جہاں سے یہ تمام جماعتیں، یہ تمام عقائد و افکار اور یہ تمام جھگڑے بالکل حقیر دکھائی دیتے تھے. خواہ حنفی ہوں خواہ غیر مقلد، شیعہ ہوں یا سنّی، ماتریدی ہوں یا اشعری، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بھی اسلام کی اصلی حقیقت یا سرسید کی اصطلاح میں ٹھیٹھ اسلام سے آشنا نہیں. قرآن کے اصلی حقائق و معارف اور مذہب کی اصلی تعلیمات تو وہ ہیں جن کے چہرے پر سے تیرہ سو برس بعد اس مجدد اعظم (جیسا کہ میری اس وقت بول چال تھی۔ یعنی سرسید احمد خان) نے پردہ ہٹایا ہے۔ (ایضاً، ص: ۳۷۰)

مولانا آزاد مرحوم کے مذکورہ اقتباسات سے ان کی قلبی و ذہنی کیفیت پوری طرح آشکارا ہو رہی ہے، وہ علی الاعلان ترکِ تقلید کو گمراہی کی بنیاد، الحاد و زندقہ کی پہلی سیڑھی اور نیچریت کی خشتِ اوّل قرار دے رہے ہیں. اور خود اپنی فکری زندگی کے مخفی گوشوں کو بے نقاب و بے حجاب کرتے ہوئے اس بات کا صاف اعتراف فرما رہے ہیں کہ میری وقتی گمراہی اور میرے ذہن و فکر پر نیچری اثرات کے غلبہ کا بنیادی سبب ترکِ تقلید تھا. بلکہ خود نیچری فکر کے بانی و مجدد سرسید احمد خان کی گمراہی و نیچریت کا باعث بھی ترکِ تقلید ہی بنی۔ پھر نیچریت میں داخل ہونے کے بعد مولانا آزاد مرحوم کی عملی زندگی میں جو تغیر رونما ہوا، اس کا تذکرہ وہ بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ:

جب اس بات کا استغراق بڑھ گیا کہ تمام واجبات و فرائض شرعیہ ان مصالح و حکمتوں پر مبنی ہیں. اور مقصود صرف ان فوائد کا حصول ہے تو پھر ظاہر ہے کہ طبعیت میں ادائے فرض کا کوئی جذبہ باقی نہیں

رہتا. اہل مذاہب کے تشدداور تاکیدات بالکل ایک طرح کی عدالتی تنبیہات معلوم ہونے لگتی ہیں۔(ایضاً،ص۳۹۴)

جب نئی روشن خیالی کی ہوا لگی،اورسرسید مرحوم کا رنگ چڑھا تو اگر چہ اس کا اثر صرف عقائد وافکار ہی کے دائرہ میں محدود نہ تھا، بلکہ اعمال پر بھی پڑتا تھا.اب صوم وصلوٰۃ کی حقیقت ہم وہ نہیں سمجھتے تھے، جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔(ایضاً....ص۳۹۸)

چند دنوں کی فکر وکشمکش کے بعد ایک دن شب کو آخری فیصلہ کرلیا، اور صبح سے نماز ترک کردی. حالانکہ وہ بچپن سے کبھی ترک نہ کی تھی۔(ایضاً.....ص۴۰۰)

اس کے بعد بالالتزام نماز ترک کردی۔(ایضاً......ص۴۰۱)

مولانا آزادمرحوم اپنی دینی زندگی پر ترکِ تقلید کے اثرات کھول کھول کر بیان فرمارہے ہیں.کہ ترکِ تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ......نیچریت اور الحادوزندقہ کی دلدل میں پھنسا......تیرہ سوسالہ امت مرحومہ کے ائمہ مجتہدین، مفسرین،محدثین اور محققین کا ادب واحترام دل سے ختم ہوا......انکی تعلیمات وتحقیقات عدمِ اعتماد کا شکار ہوئیں ......عقائد وافکار متاثر ہوئے......اعمال میں ضعف پیدا ہوا......حتیٰ کہ نماز جیسی عبادت کا التزام ترک کردیا...... حالانکہ وہ بچپن سے کبھی ترک نہ کی تھی......اور دیگر عبادات کی محبت ورغبت بھی دل سے جاتی رہی۔

یہ ترکِ تقلید اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کا فیصلہ!

پنجاب میں تحریک غیر مقلدیت کے پہلے طبقہ(یعنی منکرین تقلید فقہاء) کی ترقی ووسعت میں جو چند نام نمایاں حیثیت رکھتے ہیں ان میں حضرت مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے.میر صاحب غیر مقلدیت کے پہلے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے.اور فقہ حنفی کی مخالفت میں سرگرم تھے.لیکن اس کے باوجود وہ مطلق ترک تقلید کو مادر پدر آزادی سے تعبیر کرتے تھے.چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

عنوان پنجم.اہل حدیث کا مسلک مبین! کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اہل حدیثوں کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلق انکار کرتے ہیں.اور عوام کو تعلیم کرتے ہیں کہ وہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یا اقوال صحابہؓ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو(معاذ اللہ تعالیٰ)ٹھکرادیا کریں . اور مادر پدر آزاد ہوکر جو چاہیں سو کریں ؟اگر ان کا یہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا۔(تاریخ اہل حدیث......ص۱۱۸)

غور فرمائیے کہ مولانا میر سیالکوٹی مرحوم برملا اس کا اعتراف فرما رہے ہیں کہ ہم مطلقاً تقلید ائمہ سے انکاری نہیں. بلکہ جہاں قرآن وسنت اور اقوال صحابہؓ سے کوئی دلیل نہ ملے وہاں تقلید ائمہ کو ضروری خیال کرتے ہیں. اور اس کے ترک کو مادر پدر آزادی سمجھتے ہیں. اور وہ ایسے افراد کو جو کتبِ متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہیں رکھتے ان کو بھی ترکِ تقلید کی اجازت نہیں دیتے۔

مولانا عبدالاحد خانپوری مرحوم کا فیصلہ!

تحریک غیر مقلدیت کے طبقہ اولیٰ کے غزنوی گروہ کی روح رواں شخصیات میں مولانا عبدالاحد خانپوریؒ مرحوم کا نام بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے. وہ بھی مطلق ترکِ تقلید کو گمراہی کا دروازہ قرار دیتے ہیں ۔اور عصر حاضر کے تمام فتنوں کی گمراہی کا بنیادی سبب ترکِ تقلید کو ہی تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''پس اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں. وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے۔ یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل (دروازہ) ملاحدہ وزنادقہ کا تھے اسلام سے نکلنے کی طرف۔ اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں. ملاحدہ اور زناقہ منافقین کے، مثل اہل تشیع کے۔ الیٰ ان قال۔ مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیدیں. اور پھر جس قدر الحاد وزندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں. اسی طرح ان جُہّال، بدعتی، کاذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے، اور سلف کی ہتک کرے، مثل امام ابوحنیفہؒ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے. اور پھر جس قدر کفر اعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے. بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے، اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں. ہرگز نہیں سنتے. سبحان اللہ تعالیٰ ما اشبہ اللیلۃ با لبارحۃ. اور سر (راز) اس کا یہ کہ وہ مذہب و عقائد اہل سنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف (عار سمجھنے والے) ومتکبر ہوگئے ہیں. فافہم و تدبر. الیٰ ان قال۔

پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا. اور جماعات کثیرہ کو ایمان سے مرتد اور منافق بنایا......اور جب ملاحدہ زناقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہی کے دہلیز ودروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو ان سے مرتد بنایا......اور جب یہ مولوی ثناء اللہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو وہ بھی انہی جُہال اہلحدیث کے باب اور دہلیز سے داخل ہو کر کیا جو کچھ کیا یعنی پہلے اس نے سدِّ متین اور حصن حصین اسلام کہ اجماع امت مرحومہ اور اتباعِ سلف صالحین ہے. کہ خیر القرون ہیں. اس کو توڑا

اور پھر اسلام میں کفر اور نفاق کو داخل کیا.اور تحریف کلامِ الٰہی وقرآن مجید کی،اور پر مذاہب ملاحدہ زنادقہ کے۔ ایسی کہ یہودیوں سے بھی بڑھ گیا.اور الحاد جہمیہ،اور نیچریہ اور کفریات فلاسفہ دہریہ کو اسلام میں بذریعہ مکرو فریب اور تحریف کے داخل کیا۔(کتاب التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ،ص۲۶۲،۲۶۳)

مولانا خانپوری مرحوم کے مذکورہ بیان کا ایک ایک جملہ مبنی بر حقیقت ہے.وہ ترک تقلید اور فقہاء کرامؒ پر تنقید کو گمراہی اور ضلالت کی بنیاد قرار دے رہے ہیں.اور کھل کر اس حقیقت کا اعتراف فرما رہے ہیں کہ جس طرح اسلام کے قرون وسط میں رافضیت اصحابِ نبوّت پر تنقید وعدم اعتماد کے ذریعہ ہر قسم کے فتنوں کا دروازہ تھی.اسی طرح عصر حاضر میں غیر مقلدیت اسلاف امت پر تنقید وعدم اعتماد کے ذریعہ ہر قسم کے فتنوں کا باب ہے۔اور عصر حاضر کے تمام فتنے ترکِ تقلید ہی کی وجہ سے معرض وجود میں آئے۔مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ قادیانیت اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کا فتنہ انکارِ حدیث ترک تقلید ہی کی پیداوار ہیں.حتیٰ کہ سر سید احمد خان کا فتنہ نیچریت بھی اسی ترک تقلید کا نتیجہ ہے.ہمارے خیال میں غیر مقلدین حضرات اگر مولانا خانپوری مرحوم کی مذکورہ عبارت کو تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو ان کے لئے اس میں عبرت ونصیحت کا بکثرت سامان موجود ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا فیصلہ!

برصغیر پاک وہند کے غیر مقلدین کے لئے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی شخصیت محسن اعظم کی حیثیت رکھتی ہے.کیونکہ انہی کی کوششوں سے غیر مقلدین کو حکومت برطانیہ کی طرف سے اہلحدیث کا نام الاٹ ہوا.مولانا بٹالوی مرحوم حنفیت اور تقلید کے خلاف انتہائی متشدادنہ ذہن رکھتے تھے.اور فرنگی سامراج کی خوشنودی کی خاطر مجاہدین احناف کے خلاف وہ ہمیشہ سرگرم عمل رہے.اسی انگریز دوستی کی وجہ سے وہ ایک طویل عرصہ تک مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت کا بیڑہ بھی صرف اس لئے اٹھائے رہے کہ مرزا قادیانی بھی انگریز دوستی میں ان کا ہم نوالہ وہم پیالہ تھا.جبکہ مرزا قادیانی کے بالمقابل لدھیانہ کے سنّی حنفی علماء نہ صرف انگریز دشمن تھے بلکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ان کا جرات واستقامت پر مبنی مجاہدانہ کردار تاریخ برصغیر کا تابناک حصہ ہے.مولانا بٹالوی مرحوم کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ برصغیر پاک وہند میں بیس رکعت نماز تراویح کے اجماعی ومتواتر عمل کو ترک کر کے انہوں نے آٹھ رکعت نماز تراویح کا غیر مسنون عمل جاری کیا.اور اس کے ذریعہ برصغیر کے اندر مذہبی تصادم کا ایک نیا محاذ کھول دیا۔وہ تادمِ آخر حنفیت کے خلاف برسرِ پیکار رہے لیکن انکے ترک تقلید کے مشن نے ان کے سامنے جن خطرناک اور تاریک پہلوؤں کو اجاگر کیا وہ آخر عمر میں اس سے بے حد پریشان وپشیمان تھے.چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جولوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔کفر وارتداد وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں، وہ ان نتائج سے ڈریں۔اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔''

(رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر۲ جلد۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸......بحوالہ: الکلام المفید، ص:۱۸۳)

مولانا بٹالوی مرحوم کا یہ تجرباتی تجزیہ اس دور کا ہے، جب وہ نیچریت اور چکڑالویت کی صورت میں غیر مقلدیت کے ترقی یافتہ گروہوں کا باہوش وحواس نظارہ کر چکے تھے۔بلکہ چکڑالویت کے خلاف ان کا تقریری وتحریری دنگل پورے عروج پر تھا۔یہی وہ دور ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنے گمراہ کن دعاوی کے ذریعہ امت مسلمہ کے خلاف بحث ومناظرہ کا میدان سجا چکا تھا۔اور غیر مقلدیت کا کثیر حلقہ تیزی سے مرزا قادیانی کی ہمنوائی اختیار کر رہا تھا۔(جیسا کہ اس کی تفصیلات آپ ان شاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں بالتفصیل ملاحظہ فرمائیں گے)۔

مولانا بٹالوی مرحوم کو اس صورت حال نے بہت پریشان کر دیا۔اگرچہ وہ اس وقت تک مرزا قادیانی کے خلاف امت مسلمہ بالخصوص علمائے حرمین شریفین کی ہمنوائی وموافقت اختیار نہ کر سکے تھے۔لیکن اپنا تیزی کے ساتھ سمٹتا اور سکڑتا غیر مقلد حلقہ ان کی نیندیں حرام کرنے کے لئے کافی تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے پچیس سالہ تجربہ کی روشنی میں اپنے حلقہ کو آزادی وخود مختاری سے روکنے کے لئے انہیں کسی حد تک تقلید کے دائرہ میں لانے کی کوشش کی، اور انہیں خطرناک نتائج سے ڈرایا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پچیس سالہ گذشتہ محنتیں اس قدر بارآور ثابت ہو چکی تھیں کہ ان کی تازہ صدائے بازگشت نقار خانہ میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی۔بہر حال موجودہ غیر مقلدین سے ہماری یہ دست بستہ درخواست ہے کہ انہیں اپنے محسن اعظم مولانا بٹالوی مرحوم کی مذکورہ صداو فریاد پر کچھ نہ کچھ توجہ ضرور دینی چاہیے۔شائد فتنوں کی مزید پیداوار کا سلسلہ بند ہو سکے۔

اس موضوع پر مزید تفصیلی بحث ہم ان شاء اللہ العزیز اپنی اگلی کتاب ''ترکِ تقلید کی خطرناک تحریک، عبرتناک انجام'' میں کریں گے۔اس مقام پر اسی بحث کو کافی سمجھتے ہیں۔اس بحث سے قارئین کرام بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمیں مرزا قادیانی کی ترک تقلید پر بحث کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ خدا تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائے اور اس پر استقامت ومداومت کی توفیق بخشے۔آمین یارب العالمین۔

خاکپائے احناف......عبدالحق خان بشیر نقشبندی

احسن خدامی

مولانا سخی داد خوستی صاحب سے ایک سوال

ایک مہربان بزرگ کے ذریعے جناب مولانا سخی داد خوستی صاحب کی کتاب ''مقالاتِ خوستی'' کے دوسرے حصے سے استفادہ کا موقع ملا۔ پڑھ کر خوستی صاحب کے بارے میں لگائے گئے اس اندازے پر یقین ہو گیا کہ وہ پہلے سے اپنے ذہن میں ایک بات بٹھا کر اس کو ایمان کا درجہ دے دیتے ہیں اور پھر اس کو ثابت کرنے کیلئے ''تحقیق'' کے نام پر دلائل کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ اپنی مرضی کے خلاف کسی بھی دلیل یا حوالے کو رد کرنے کیلئے انہیں غالباً زیادہ سوچ بچار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور نہ ہی اپنے مفاد کیلئے کسی بھی دُور از کار تاویل کو دلیل بنانے کیلئے انہیں زیادہ تردد کرنا پڑتا ہے۔ دلیل ان کے حق میں ہو یا ان کے خلاف، نتیجہ وہی نکلتا ہے جو وہ چاہتے ہیں۔ ''مقالاتِ خوستی'' میں جناب خوستی صاحب نے اسی قسم کی تحقیق کا مظاہرہ جا بجا فرمایا ہے۔ اس وقت ان کی مذکورہ کتاب میں شامل تعویذات کے بارے میں ان کے ارشادات پر مشتمل مقالات پیشِ نظر ہیں جو انہوں نے تعویذ کے شرک ہونے پر پیش فرمائے ہیں۔ ایک مقالہ امین الملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مضمون کے جواب میں بھی ہے جو انہوں نے جناب خوستی صاحب کے رد میں لکھا تھا۔ اس مقالے میں جناب خوستی صاحب نے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو تحقیر و توہین آمیز انداز اختیار فرمایا ہے وہ کچھ انہیں کی خاصیت ہے۔ حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک متبحر، متقی، خاشع اور زاہد عالمِ دین تھے۔ ان کی توہین اور تحقیر کا نقد وبال جناب خوستی صاحب پر یہ پڑا ہے کہ اپنے اس مضمون میں وہ خود بھی نہیں سمجھتے کہ انہیں کیا لکھنا چاہئے اور وہ لکھ کیا رہے ہیں۔ ان کے مضمون پر تفصیلی تبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہوئے اس وقت ہم جناب خوستی صاحب سے صرف ایک سوال کی جسارت کرنا چاہتے ہیں۔

خوستی صاحب نے اپنے مذکورہ بالا مقالات میں:

۱:......علمائے دیوبند کے بزرگ ہونے اور ان کی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ (۸۱)

۲:......علمائے دیوبند کے تعویذ لکھنے کا اقرار کیا ہے۔ (۱۶۱)

۳:......تعویذ کے شرک ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے۔ (ص ۱۹۲)

اب جناب سخی داد خوستی صاحب سے ہمارا صرف ایک ہی سوال ہے کہ وہ یا تو:

۱:......تعویذ کو شرک کہنے سے رجوع کریں۔

۲:......یا علمائے دیوبند کے تعویذات کے قائل اور عامل ہونے کا انکار کریں۔

۳: اور یا پھر شرک کے قائل اور عامل کی ولایت اور اس کے اہلِ حق میں سے ہونے کی توجیہ کریں۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی خدمت میں حاضری

حضرۃ الشیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، دین اور اہلِ دین سے معمولی سا لگاؤ رکھنے والا بھی آپ کی ذاتِ گرامی سے واقف اور آپ کی عالمی شہرت کا معترف ہے۔ بندہ بھی بچپن ہی سے آپ کا نام نامی سنتا رہا، پھر آپ کی بعض کتب کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی، جب بندہ اپنے جدامجد امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی خدمت میں تھا، تب آپ کی کتاب ''جہانِ دیدہ'' تقریباً ہر وقت نظروں کے سامنے رہتی تھی، کیونکہ حضرت جدامجد رحمہ اللہ بڑے شوق سے وہ کتاب سنا کرتے تھے، اور ہم بھی خوب مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔

پھر جب بندہ ''جامعہ مفتاح العلوم سرگودہا'' میں زیرِ تعلیم تھا تو مفتاح العلوم کے سالانہ اجتماع میں حضرت داداجان رحمہ اللہ اور حضرت الشیخ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم بھی مدعو تھے، دونوں حضرات تشریف لائے، جس کمرے میں حضرت داداجیؒ تشریف فرما تھے، مَیں اُس سے نکل کر باہر کی طرف آرہا تھا، ابھی راہداری میں ہی پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں، حضرت مفتی (طاہر مسعود) صاحب [مدیر: جامعہ مفتاح العلوم] لال داڑھی والے کسی شخص کا ہاتھ تھامے تیزی سے حضرت داداجی کے کمرے کی طرف آرہے ہیں، میں ایک جانب ہوکر کھڑا ہوگیا، وہ گزر گئے تو میں بھی پیچھے ہولیا، داداجیؒ بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے، قریب پہنچ کر اُن صاحب نے سلام کیا اور قدرے اونچی آواز سے عرض کیا: حضرت! محمد تقی عثمانی! استاذ زادے کی آمد پر داداجی فرطِ مسرت ومحبت سے اٹھنے لگے، لیکن ضعف، علالت بالخصوص فالج نے اٹھنے نہ دیا، اور مولانا تقی عثمانی نے بھی ہلکا سا ہاتھ رکھتے ہوئے عرض کیا: حضرت! آپ تکلیف نہ فرمائیے! پھر داداجان نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوما اور بہت ہی شفقت ومحبت کا اظہار فرمایا، ہر چند کہ حضرت مفتی صاحب اپنا ہاتھ کھینچتے رہے کہ: حضرت! میں اس قابل نہیں، لیکن داداجانؒ کی اپنے اساتذہ اور اُن کی اولاد سے عقیدت ہی کچھ ایسی تھی۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ تک دونوں بزرگوں میں باہمی گفتگو ہوتی رہی، مولانا تقی عثمانی مسلسل بیڈ پر جھکے رہے، اور پھر اجازت لے کر جلسہ گاہ کی جانب چل دیئے۔

اُن کے جانے کے بعد داداجانؒ نے فرمایا: مجھے اسٹیج پر لے چلو، میں مولانا کا بیان سننا چاہتا ہوں،

داداجانؒ کے ساتھ آئے ہوئے احباب کھانا کھا رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ: وہ کھانا کھالیں، پھر آپ کو لے چلتے ہیں،تو ناراض ہونے لگے اور فرمایا: کیا تم سب میرے ساتھ کھانے پینے اور سیر کرنے کے لیے آتے ہو یا میری خدمت کے لیے؟ آپؒ کی بے تابی کو دیکھ کر آپ کو فوراً وہیل چیئر میں بٹھایا اور جلسہ گاہ کی طرف چل دیئے۔ حضرت عثمانی مدظلہم کا بیان جاری تھا، آخری حدیث کا درس ارشاد فرما رہے تھے، ہم داداجان کو لے کر جوں ہی اسٹیج پر پہنچے، حضرت عثمانی مدظلہم نے اپنا بیان روک دیا اور کرسی سے اٹھ کر پیچھے چلے آئے۔ داداجان سے عرض کیا: حضرت! آپ نے تکلیف فرمائی، میں آپ کی موجودگی میں کیسے بیان کرسکتا ہوں؟ داداجان نے فرمایا: نہیں! آپ بیان فرمائیں، میں سننے کے لیے آیا ہوں، حضرت عثمانی نے فرمایا: حضرت! آپ کی موجودگی میں میری زبان میرا ساتھ کیسے دے گی؟ داداجان نے اصرار کیا تو فرمایا: آپ میرے لیے دعا فرمادیجئے، پھر داداجان نے اُن کے لیے دُعا فرمائی، داداجان سے دعا لے کر حضرت دوبارہ کرسی پہ جا بیٹھے اور بیان شروع کردیا، داداجان بہت غور اور انہماک سے سماعت فرماتے رہے۔ یہ حضرت عثمانی مدظلہم کی پہلی زیارت تھی۔ اس موقع پر داداجان کا نہایت اشتیاق سے اُن کا بیان سننا اور اُن سے بے پناہ شفقت ومحبت کا اظہار فرمانا بندہ ناچیز کے دل میں اُن کی عقیدت ومحبت کو پیوست کیے جارہا تھا۔

اس کے علاوہ حضرت داداجان رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تالیف ’’الکلام المفید فی اثبات التقلید‘‘ کے آغاز میں حضرت عثمانی مدظلہم کے تبصرے کو بطور تقریظ درج کیا تو اُن کے نام کے ساتھ ’’حضرت شیخ الحدیث، علامہ، فہامہ‘‘ جیسے وقیع القابات لکھے، جن سے میرے دل میں حضرت کی عقیدت مزید بڑھی۔ بہاول پور قیام کے دوران مجلّہ صفدر کے مدیرِ اعلیٰ محسن معظم، مخدوم مکرم حضرت مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب مدظلہ گاہے بگاہے عقیدت ومحبت سے بھرپور لہجے میں حضرت عثمانی مدظلہم کا تذکرہ سننے کو ملتا رہا، اس سے بھی یقیناً حضرت کی عقیدت میں اضافہ ہی ہوا۔ ابھی چند روز قبل حضرت الشیخ مولانا عبدالحلیم چشتی مدظلہم کی خدمت میں حاضری ہوئی، مولانا تقی عثمانی مدظلہم کی وسعتِ علمی اور عربی، اردو اور انگریزی پہ عبور کا تذکرہ ہوا تو حضرت چشتی مدظلہم فرمانے لگے: ہاں بھائی! اُن کی ٹکر کا تو کوئی نہیں، نہ ہندوستان میں نہ پاکستان میں۔ اس کے علاوہ دارالعلوم کراچی، جامعہ خیرالمدارس ملتان، جامع مسجد بیت المکرّم کراچی میں حضرت کی زیارت ومصافحہ اور بیانات سے استفادہ کے علاوہ حرم مکہ میں بھی ایک مرتبہ حضرت کے ہمراہ طواف کی سعادت نصیب ہوئی۔ فللہ الحمد۔ دادا جیؒ کی وفات کے بعد حضرت سے خط وکتابت کے ذریعے رابطہ قائم کیا، جو بحمداللہ تاحال قائم ہے، جب بھی کوئی عریضہ ارسال کروں حضرت مدظلہم ماشاءاللہ پوری ذمہ داری سے بروقت جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ عاطفت تادیر صحت وسلامتی کے ساتھ ہمارے

سروں پہ قائم رکھے۔ ذیل میں حضرت کی ایک مجلس حدیث کی حاضری کا تذکرہ مقصود ہے۔

محرم کا پہلا عشرہ شروع ہو چکا تھا، ہمارے ہم کلاس ساتھی مولانا ذاکراللہ صاحب صادق آبادی نے مجھ سے پوچھا کہ: جمعے (دس محرم) کو آپ دارالعلوم چلیں گے؟ میں نے حیرت سے اُن کی طرف دیکھا اور عرض کیا: خیر تو ہے؟ یہ کراچی ہے! جمعہ کو آپ کو کیا کام ہے دارالعلوم میں؟ اُس روز تو جانے کے لیے کوئی چیز نہیں ملے گی اور فاصلہ بھی کافی ہے۔ فرمانے لگے: جی، یہ تو ہے، لیکن حدیث مسلسل بالعاشورہ کا حصول تو اسی دن ممکن ہے۔ بندہ نے دلچسپی لیتے ہوئے وضاحت طلب کی تو پتہ چلا کہ: عاشورہ کے روز حضرت الشیخ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم حدیث مسلسل بالعاشورہ روایت فرماتے ہیں۔ یہ علم ہوتے ہی عزم کرلیا کہ ان شاءاللہ جیسے کیسے ہو، ضرور پہنچیں گے۔

جمعہ کے روز علی الصبح ہم چند احباب دو ٹیکسیوں اور ایک رکشے میں لدے پھندے دارالعلوم پہنچ گئے۔ گیارہ بجے کا اعلان کیا گیا تھا، لیکن ۸ بجے سے ہی کراچی بھر کے مدارس کے طلباء جوق در جوق پہنچنا شروع ہو گئے، گیارہ بجے تو دارالعلوم کی وسیع وعریض مسجد طلباء سے بھری نظر آ رہی تھی، کچھ ہی دیر بعد حضرت الشیخ تشریف لائے، سیاہ عمامہ اور سفید لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے، درس کے لیے کرسی رکھی گئی تھی، لیکن مجمع کی کثرت کی وجہ سے حضرت منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی چونکہ علی الصبح ہی پہنچ گئے تھے، اس لیے منبر کے قریب ہی جگہ مل گئی تھی۔

حضرت نے فرمایا: کچھ عرصہ سے میرا معمول ہے کہ عاشورہ کے دن چند احادیث روایت کرتا ہوں، جو مسلسلات میں سے ہیں، عاشورہ کا دن خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایک حدیث ایسی ہے جو ’’مسلسل بالعاشورہ‘‘ ہے، اس کی روایت اسی دن کی روایت کے ساتھ اپنا تسلسل برقرار رکھ سکتی ہے۔

نیز فرمایا کہ: مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ شیخ یاسین فادانی رحمہ اللہ رہا کرتے تھے، اُن کو احادیث کی اجازات کے حصول کا خاص ذوق تھا، بالخصوص مسلسلات بہت اہتمام سے حاصل کرتے تھے، پھر کیونکہ وہ مکہ مکرمہ جیسے مقام پر تھے، جہاں دنیا بھر کے شیوخ آتے ہیں، اس لیے ان کے پاس کثیر تعداد میں اجازات تھیں، اگر یہ کہا جائے کہ اُن سے بڑھ کر دنیا میں کسی اور کے پاس اسناد وروایات نہیں ہیں تو شاید یہ بات خلاف واقعہ نہ ہو۔ مجھے معلوم ہوا تو میں بھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن وہ ایک ہی بار میں سب کچھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے، اس لیے ایک سے زائد بار اُن کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ اور اُن سے اجازات حاصل کیں۔

مزید فرمایا کہ: ایک مرتبہ میں کسی اہم دینی کام کے سلسلے میں ’’جدہ‘‘ (سعودی عرب) گیا ہوا تھا، ایک دن کی فرصت ملی تو ارادہ ہوا کہ مکہ شریف جاؤں، اور سارا دن حرم پاک میں گزاروں، اس لیے کسی کو

اطلاع دیئے اور بتائے بغیر مکہ مکرمہ پہنچ گیا اور سیدھا حرم جا پہنچا، ظہر کی نماز کے بعد حضرت الشیخ فادانی رحمہ اللہ کے ایک تلمیذ مجھے حرم میں ملے اور کہنے لگے: شیخ آپ کو یاد فرما رہے ہیں، انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ تم حرم جاؤ، ظہر کی نماز کے بعد تمہیں تقی ملے گا، اسے بلا لاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ اُن کو کس نے خبر دی۔ خیر اُن کے ساتھ شیخ کی خدمت میں پہنچ گیا، شیخ نے فرمایا: تم چپ چاپ آتے ہو اور چلے جاتے ہو، ملتے بھی نہیں اور بتاتے بھی نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ: ایک ہی دن تھا، ارادہ تھا کہ یہ دن حرم پاک میں گزاروں، اس لیے کسی کو اطلاع نہیں دی۔ لیکن آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ فرمایا اس کو چھوڑو، میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ میرے پاس ایک حدیث مسلسل بالعاشورہ ہے، میں نے سوچا تم آئے ہوئے ہو اور اتفاق سے آج یوم عاشورہ ہے، لہٰذا تمہیں اس کی بھی روایت کردوں۔ پھر انہوں نے اپنی سند سے وہ روایت بیان فرمائی۔ اب اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اُن کو کیسے خبر ہوئی، جدہ میں کسی نے دیکھ کر اُن کو خبر دی، مکہ میں کسی نے دیکھ لیا تھا، اس نے بتا دیا، یا اللہ تعالیٰ نے اُن کو کسی ذریعہ سے بتلا دیا۔ واللہ اعلم

پھر بعد میں انہوں نے اپنی جملہ سندات وروایات کو کتابی شکل میں شائع بھی فرمایا، جس کا نام انہوں ''الفيض الرحماني باجازة فضيلة الشيخ محمد تقي العثماني'' تجویز فرمایا۔

پھر حضرت الشیخ تقی عثمانی مدظلہم نے ان احادیث کی اسنادی حیثیت پر مختصر مگر جامع گفتگو فرمائی اور چند اہم امور کی طرف خصوصی توجہ دلانے کے بعد چند مسلسلات کو اپنی اسناد کے ساتھ بیان کیا۔ حضرت کے بیان کے بعد دارالعلوم کی مسجد میں ہی مولانا محمود اشرف مدظلہم کا بیان سننے اور ان کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد ہم بخیر وعافیت واپس لوٹ آئے۔ فالحمدلله على ذالك ☆☆

......مجلّہ صفدر کے آئندہ شمارے کے اہم مضامین......

۱......گزارشِ احوال واقعی [اداریہ]
۲......اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
۳......عمار خان ناصر اور مولانا زاہد الراشدی سے علماء حق کی ناراضگی کے اسباب
۴......عمار خان ناصر اور مولانا زاہد الراشدی کو ''رجوع الی الحق'' کی فہمائش ودعوت
۵......عمار ناصر، ماہنامہ الشریعہ اور مولانا راشدی کے بارے اکابر اہل سنت کا فیصلہ
۶......اکابرِ اہلِ سنت کا فیصلہ......اور......مولانا زاہد الراشدی کی جسارت
۷......مشاہدات بجواب شواہدات

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی کا تعاقب

(......قسط 16......)

ماہنامہ ''الحدیث'' شمارہ 90 میں شائع شدہ ایک مضمون کا جواب

آپ لوگوں نے قرآن،۱۰۰ حدیث اور اجماع سے تو وحید الزمان حیدرآبادی (جو کہ عامی پر تقلید کو ضروری ۱۰۱ سمجھتا تھا۔) کے اہلِ حدیث ہونے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور صرف بعض اہلِ حدیث علماء کے مختلف ۱۰۲ فیہ اجتہادات لکھے ہیں، جن کے جواب کی کیا ضرورت ہے؟ ۱۰۳

استاذ محترم شیخ بدیع الدین ۱۰۴ راشدی السندھی رحمہ اللہ نے اپنی مادری زبان میں لکھا ہے:

''نواب وحیدالزمان اہل حدیث نہ ہو۔'' (مروجہ فقہ جی حقیقت ص:۹۲)

یعنی (شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی) نواب وحیدالزمان اہلِ حدیث نہیں تھا۔ ۱۰۵ وما علینا الا البلاغ (۹، ستمبر ۲۰۱۱ء)

۱۰۰

پہلی بات یہ ہے کہ آپ آل غیر مقلدیت قرآن، حدیث اور اجماع کو جس قدر اور جس انداز میں مانتے ہیں اسے ہم حاشیہ نمبر ۸۷ میں خود غیر مقلدین کی اپنی شہادتوں سے واضح کر چکے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا آپ نزدیک کسی بات کو ماننے کے لیے صرف یہی تین دلیلیں قرآن، حدیث اور اجماع ہیں اس کے علاوہ آپ کچھ نہیں مانتے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو چند سوالوں کا جواب دیں۔

۱......آپ نے اپنی کتابوں میں جن جن راویوں کو ثقہ، ضعیف یا کذاب کہا ہے انہیں قرآن وحدیث اور اجماع سے ثقہ، ضعیف اور کذاب ثابت کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں؟

۲......آپ نے جن روایات کو صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے ان سب کو قرآن، حدیث اور اجماع سے ایسا ثابت کر سکتے ہیں؟

۳......آپ لکھتے ہیں:

''ادلہ شرعیہ سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے۔'' (علمی مقالات جلد۲ صفحہ ۱۰)

یہ بتایا جائے وہ اجتہاد قرآن، حدیث اور اجماع کہلائے گا؟ آخر وہ اجتہاد کیونکر معتبر ہوگا؟

۴......آپ نے لکھا:

''اگر کسی راوی کی تصحیح و تضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہو تو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہرین کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔'' (نور العینین صفحہ ۶۱)

آپ یہاں اکثریت کی مان رہے ہیں یہ اکثریت قرآن ہے، حدیث یا اجماع؟

۵......آپ نے ۱۰۰ علماء کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ تقلید نہیں کرتے تھے۔ (علمی مقالات جلد۳ صفحہ ۲۶)

کیا آپ ان سو علماء کے تارک تقلید یا غیر مقلد ہونے پر قرآن، حدیث اور اجماع پیش کر سکتے ہیں؟

۶......آپ نے وحید الزمان صاحب کے اہلحدیث نہ ہونے پر اپنے استاد بدیع الدین راشدی کا حوالہ پیش کیا ہے......آپ کا یہ استاد قرآن و حدیث اور اجماع ہے؟

اتنی تنقیح کے بعد عرض ہے کہ کسی کے اہلحدیث یا اہل سنت ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں اس کا مسلک قرآن و حدیث اور اجماع ہی سے ثابت ہو بلکہ اور بھی کئی شواہد کے ذریعہ مسلک معلوم کیا جا سکتا ہے، مثلاً:

۱......ہم مسلک لوگوں کی شہادتیں: حاشیہ نمبر ۹۸ میں ہم ۱۵ تا ۲۰ غیر مقلد علماء کی شہادتیں نقل کر آئے ہیں کہ وحید الزمان اہلحدیث تھے۔

۲......خود اپنا اقرار و اعتراف: ہم حاشیہ نمبر ۹۸ میں وحید الزمان صاحب کی کتابوں سے ان کا اقراری اہلحدیث ہونا نقل کر چکے ہیں۔

زبیر صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ ''مجلّہ نور بصیرت بہاولپور'' میں پیش کی گئی غیر مقلدین کی شہادتوں اور خود وحید الزمان صاحب کے اقراری اہلحدیث ہونے کا جواب دیتے۔ ان سے اس کا کوئی جواب نہیں بن سکا تو یوں کہہ کر گلو خلاصی کر لی کہ:

''آپ لوگوں نے قرآن، حدیث اور اجماع سے تو وحید الزمان حیدر آبادی کے اہلحدیث ہونے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔''

عرض ہے آپ نے ان کے اہلحدیث نہ ہونے پر کونسا قرآن، حدیث یا اجماع پیش کیا؟ اجماع تو کجا جمہور کے اقوال بھی پیش نہیں کر سکے، بلکہ ''دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۵۹'' میں تو اپنے سوا کسی اور کا ان کے اہلحدیث نہ ہونے کا حوالہ پیش نہیں کیا اور الحدیث شمارہ نمبر ۹۰ میں صرف بدیع الدین راشدی کا (معارض) حوالہ نقل کیا ہے جبکہ ''نور بصیرت بہاولپور'' میں بہت سے (۱۲) غیر مقلد علماء کی شہادتیں نقل کی گئیں، علی زئی

صاحب ان حوالوں کو توڑ نہیں سکے۔

۱۰۱

تقلید کا وجوب، اہلحدیث کی زبانی

علی زئی صاحب یہ کہہ کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں یہاں اس کی وضاحت نہیں کی البتہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''وحیدالزمان نے لکھا: عامی کے لیے مجتہد مفتی کی تقلید ضروری ہے......معلوم ہوا کہ وحیدالزمان اہلحدیث نہیں بلکہ تقلیدی تھا۔'' (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۵۹)

اس کا جواب بھی مجلّہ نور بصیرت بہاولپور شمارہ نمبر ۲۵۔۲۶ میں دیا چکا ہے کہ تقلید کو واجب کہنا یہ صرف وحیدالزمان کا خاصہ نہیں بلکہ ایک دور تھا کہ مطلق تقلید اہلحدیث کا مذہب تھا۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد۱ صفحہ ۲۵۶) وغیرہ۔

ہم یہاں اہلحدیث کہلوانے والوں کی چند ایسی عبارتیں نقل کرتے ہیں جن میں انہوں نے تقلید کو واجب قرار دیا ہے۔

۱......غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر'' (معیار الحق صفحہ ۷۴)

۲......مجدد آل غیر مقلدیت نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

''وجب علی العامی تقلیده ۔عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔''

(لقطۃ العجلان صفحہ ۱۳۷) مزید دیکھئے حاشیہ نمبر ۱۴۔

۳......محمد عبدالعظیم حیدرآبادی غیر مقلد، محمد حسین بٹالوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''وہ آج ایک لمبی عمر گذار کر تقلید کو واجب یا جائز سمجھنے لگے ہیں۔''

(اہلحدیث امرتسر ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ) اس کا عکس تاریخ ختم نبوۃ صفحہ ۳۹۹ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

بٹالوی صاحب کا نظریہ تقلید ملاحظہ کرنے کے لیے حاشیہ نمبر ۱۳ دیکھیں۔

۴......زبیر علی زئی صاحب کے ''حجۃ الاسلام......شیخ الاسلام'' محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

''جس تقلید کو حنفیہ واجب کہتے ہیں اس کے ادلہ کو اگر دیکھا جائے تو ایسی تقلید سے اہلحدیث کو بھی مفر نہیں۔'' (الاصلاح صفحہ ۱۵۸)

۵......علی زئی صاحب کے شیخ الشیخ اور آل غیر مقلدیت کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بات طے ہوچکی ہے کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضرور چاہیے۔''

(تقلید شخصی ص:۲۰ بحوالہ الکلام المفید ،ص:۲۰۶)

۶......آل غیر مقلدیت کے جلیل القدر بزرگ داؤد غزنوی صاحب کے متعلق لکھا ہے:

''ائمہ اہل سنت میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو جو بغیر کسی تعین کے ہو واجب قرار دیتے تھے۔''

(مولانا داود غزنوی صفحہ ۳۷۵)

۷......عبد القادر حصاروی غیر مقلد،غرباء اہلحدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''عام لوگ ان کو امامیہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے امام کی تقلید فرض جانتے ہیں۔'' (اصلی اہل سنت ،ص:۲۰۹)

۸......غیر مقلدین کی ایک کتاب میں لکھا ہے:

''البتہ ایک عام بے علم آدمی کے لیے عالم کی تقلید ضروری ہے۔''

(مذہبی فرقہ پرستی اور اسلام صفحہ ۶۵۔ادارہ تبلیغ جمعیت اہلحدیث جام پور)

۹......ابوالاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''آج کل جماعت اہلحدیث کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوچکی ہے جو ناصر الدین البانی کی تقلید کو واجب سمجھتی ہے۔'' (مقالات شاغف صفحہ ۶۲۶)

۱۰......ابوالقاسم محمد حسین حافظ آبادی اپنی تائید میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے نقل کرتے ہیں:

''مذاہب اربعہ کی تقلید جو مدون ہیں باجماع امت جائز ہے اور اس میں کسی معتد بہ شخص کا خلاف نہیں'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۸۸) مزید دیکھئے۔تاریخ اہلحدیث صفحہ ۱۴۷۔

زبیر صاحب! اگر وحید الزمان صاحب تقلید کو واجب قرار دینے کی وجہ سے اہلحدیث سے خارج ہو کر تقلیدی شمار ہوئے ہیں تو مذکورہ بالا اہلحدیث جو تقلید کو واجب کہہ رہے ہیں انہیں بھی کہیں گے کہ یہ اہلحدیث نہیں، تقلیدی ہیں؟

۱۰۲

مختلف فیہ سے کیا مراد ہے؟ اگر مراد یہ ہے کہ جن علماء کے حوالے پیش کیے ہیں ان میں سے بعض نے اہلحدیث کہا اور بعض نے انکار کیا، تو یہ غلط ہے کیونکہ جن غیر مقلد علماء کے حوالے نقل کیے ہیں وہ سارے انہیں تارک تقلید اہلحدیث کہتے ہیں جنہیں ''مجلّہ نور بصیرت'' دستیاب نہ ہو وہ ہماری اس کتاب کا حاشیہ نمبر ۹۸۔ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔اگر مراد یہ ہے کہ وحید الزمان صاحب کو آل غیر مقلدیت کے بعض حضرات اہلحدیث کہتے ہیں اور بعض انہیں ''تقلیدی'' کہتے ہیں تو اس کا بھی حل موجود ہے۔

۱......آپ اپنے قاعدہ کے مطابق جمہور کو ترجیح دیں۔۲......خود وحید الزمان صاحب کا اپنا اقرار دیکھ لیں۔۳......یہ دیکھ لیں کہ ان کی کتابوں نزل الابرار، ہدیۃ المہدی، کنز الحقائق، تیسیر الباری، رفع العجاجہ لغات الحدیث وغیرہ میں اہلحدیث مسلک کی ترجمانی کی ہے یا مقلدین اہل سنت کی؟۔۴......یوں بھی پرکھ سکتے ہیں کہ مؤرخین نے ان کی خدمات کو اہلحدیث خدمات میں شمار کیا ہے یا مقلدین کی خدمات میں۔۵......ان کی عبارتیں بطور الزام اہلحدیث کے خلاف پیش کی جاتی یا مقلدین کے خلاف؟ یہ چند اصولی وجوہ ترجیح ذکر کی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ تارک تقلید اہلحدیث ہی ہیں جیسا کہ حاشیہ نمبر ۹۸ میں بیان ہو چکا اور جن غیر مقلد حضرات نے انہیں اہلحدیث ماننے سے انکار کیا وہ وقتی مجبوریوں کی وجہ سے کیا ہے مثلاً جب وحید الزمان صاحب پر کیے گئے اعتراضات کا جواب نہیں پاتے تو جان چھڑانے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ وہ ہمارا نہیں ہے۔

علی زئی صاحب نے بھی وقتی مجبوری سے کام لیتے ہوئے یہ دعوٰی کیا حالانکہ وہ دوسرے مقام پر کہہ چکے ہیں کہ وحید الزمان صاحب کے حوالے ہمارے مفتی بہ نہیں ہیں۔ (علمی مقالات جلد ۲ صفحہ ۱۰۳) دیکھئے حاشیہ نمبر ۹۸۔ یعنی علی زئی صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ حوالے ہمارے تو ہیں مگر مفتی بہ نہیں ہیں، اسی طرح علی زئی صاحب نے امام بخاری رحمہ اللہ کو اہلحدیث قرار دینے کے لیے جو پندرہ امتیازی مسائل منتخب کیے ہیں وہ سب وحید الزمان صاحب میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۱۰۳ھ

جواب کی کیوں ضرورت نہیں؟ جن راویوں کی ثقاہت یا جس روایت کی تصحیح وتضعیف مختلف فیہ ہو وہاں آپ اپنی تحقیق کے خلاف دوسرا پہلو اختیار کرنے والے کو جواب نہیں دیتے؟

اچھا یہ بتائیے جو آپ نے وحید الزمان صاحب کے تقلیدی ہونے کا موقف اپنایا یہ مختلف فیہ نہیں؟ بلکہ آپ نے جو اپنی تائید میں اپنے استاذ بدیع الدین راشدی کا قول نقل کیا ہے وہ خود ان کے دوسرے قول کے معارض ہے کیونکہ وہ ''خطبات راشدیہ صفحہ ۱۴۵'' میں وحید الزمان صاحب کو چودھویں صدی کے اہلحدیث علماء میں شمار کرتے ہیں شاید انہوں نے بھی وقتی مجبوری کی بناء پر دوسرے مقام پر ان کے اہلحدیث ہونے کا انکار کیا ہے۔

۱۰۴ھ

بدیع الدین راشدی کے قول کی حیثیت

سب سے پہلے ان کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں کہ علی زئی صاحب کے نزدیک کیا درجہ رکھتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

''تراب الحق رضا خانی نے اپنی کتاب میں بہت زیادہ جھوٹ بولے ہیں، مثلاً امام ابوحنیفہ کو تابعی

قرار دیا ہے۔'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۴۱۸)

جبکہ بدیع الدین راشدی کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رویت کے اعتبار سے تابعی ہیں، یعنی انہوں نے صحابہ کرام کو دیکھا ہے۔ (تنقید سدید صفحہ ۲۷۸۔۳۵۵)

علی زئی صاحب نے ایک شخص کی دو عبارتوں کو اپنے زعم میں متضاد سمجھتے ہوئے لکھا ہے:

''ان دونوں عبارتوں میں ایک عبارت جھوٹ ہے۔'' (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۵۱)

اور یہ حقیقت ہے کہ راشدی صاحب کے کلام میں تضاد پایا جاتا ہے کہ وہ ایک کتاب میں وحید الزمان صاحب کو اہلحدیث قرار دیتے ہیں۔ (خطبات راشدیہ صفحہ ۱۴۵) جبکہ دوسری جگہ کہتے ہیں کہ وہ اہلحدیث نہیں جیسا کہ اوپر متن میں مذکور ہے۔

زبیر صاحب! آپ کے پیش کردہ مذکورہ بالا دو اصولوں کی روشنی میں بدیع الدین راشدی صاحب کیا ثابت ہوتے ہیں؟ اور ان کے قول کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ کیا ان کا قول موضوع روایت کے زمرہ میں نہیں آتا؟

اور کم از کم اتنی بات تو ضرور ہے کہ راشدی صاحب کے کلام میں تعارض ہے اور زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''جب ایک ہی راوی کے بارے میں ایک ہی محدث سے جرح اور تعدیل ثابت ہو تو اس کے تین حل ہیں۔ اول: جرح اور تعدیل باہم ٹکرا کر دونوں ساقط ہیں، لہٰذا دوسرے محدثین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ دوم: جرح اور تعدیل میں سے جو بھی جمہور محدثین کی تحقیق اور گواہیوں کے موافق ہو گی اسے قبول کیا جائے گا۔'' (علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۴۸۴)

اگر علی زئی صاحب کے اس اصول کو مدنظر رکھا جائے تو بھی وحید الزمان صاحب اہلحدیث ہی ثابت ہوتے ہیں: ۱......راشدی صاحب کے دونوں معارض اقوال کو ساقط کر کے دوسرے حضرات کی طرف رجوع کریں تو دوسروں نے انہیں اہلحدیث قرار دیا۔ ۲......اگر ان کے معارض اقوال میں سے جمہور کی موافقت والا قول لے لیں تو جمہور کے ہاں وحید الزمان صاحب اہلحدیث ہیں دیکھئے حاشیہ نمبر ۹۸۔

۱۰۵

اہلحدیث کے امتیازی مسائل اور وحید الزمان صاحب

بدیع الدین راشدی صاحب کے حوالہ کی حیثیت اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ یہاں ایک اور بحث قابل مطالعہ ہے کہ راشدی صاحب کے خطبات میں ایک خطبہ ''اہلحدیث کے امتیازی مسائل'' ہے اس خطبہ میں مذکور قریباً سبھی مسائل کو وحید الزمان صاحب مانتے ہیں۔

۱......ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے۔'' (خطبات راشدیہ جلد ا صفحہ ۹) یہی موقف وحید الزمان صاحب کا ہے۔(نزل الابرار جلد ا صفحہ ۵۶)

۲......شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کا ٹوٹنا۔'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۹)

وحید الزمان صاحب کے نزدیک بھی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (نزل الابرار جلد ا، صفحہ ا۱)

۳......''اونٹ کے گوشت سے وضو کا ٹوٹنا۔'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۱۱)

وحید الزمان صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔(نزل الابرار جلد ا صفحہ ۱۱)

۴......''خون بہنے اور ہنسنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا۔'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۱۲)

وحید الزمان صاحب کی بھی تحقیق یہی ہے کہ خون بہنے اور قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (نزل الابرار صفحہ ۱۸۔۱۹)

۵......''فاتحہ خلف الامام'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۱۳)

وحید الزمان صاحب کے ہاں بھی مقتدی اور امام پر فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔(نزل الابرار صفحہ ۷۵)

۶......''حالت قیام میں سینہ پر ہاتھ باندھنا۔'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۲۵)

وحید الزمان صاحب نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔(نزل الابرار صفحہ ۷۳)

۷......''اونچی آواز سے آمین کہنا'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۲۸)

وحید الزمان صاحب بھی اونچی آمین کہنے کا موقف رکھتے ہیں۔(نزل الابرار صفحہ ۷۶)

۸......''رفع الیدین'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۲۹)

وحید الزمان صاحب رکوع کے رفع الیدین کو مسنون کہتے ہیں۔(نزل الابرار صفحہ ۷۹)

۹......''تورک'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۳۱)

وحید الزمان صاحب بھی تورک کے قائل ہیں۔(نزل الابرار صفحہ ۸۱)

۱۰......''جلسہ استراحت'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۳۳)

وحید الزمان صاحب نے جلسہ استراحت کو مستحب لکھا ہے (نزل الابرار صفحہ ۸۱)

۱۱......''وتر کی ادائیگی کا طریقہ۔۔۔۔محدثین کے مسلک کے مطابق تین سے کم وبیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۳۴)

وحید الزمان صاحب کہتے ہیں وتر کم از کم ایک اور زیادہ تہجد سمیت گیارہ رکعتیں ہیں۔

(نزل الابرار صفحہ ۱۲۲)

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے اہلحدیث کہتے ہیں کہ وتر تین پڑھنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے، پھر ایک الگ پڑھے۔'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۳۵)

وحیدالزمان صاحب لکھتے ہیں:

''وتروں کے کمال کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تین رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا ہے اور یہی افضل ہے۔'' (نزل الابرار صفحہ ۱۲۲)

راشدی صاحب، وتر پڑھنے کا دوسرا طریقہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دو رکعت پر نہ التحیات پڑھے اور نہ سلام پھیرے۔'' (خطبات راشدیہ صفحہ ۳۵)

وحیدالزمان صاحب بھی اسی کو فقہ نبوی بنا کر لکھ رہے ہیں:

''اسی طرح جائز ہے اگر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھے مگر دوسری رکعت کے بعد نہ بیٹھے۔'' (نزل الابرار صفحہ ۱۲۲)

۱۲......''تعداد رکعات تراویح، اس کے متعلق عرض ہے کہ مسنون آٹھ ہی رکعات ہیں۔''

(خطبات راشدیہ صفحہ ۳۶)

وحیدالزمان صاحب فرماتے ہیں:

''سب سے زیادہ راجح بات یہ ہے کہ وتر سمیت گیارہ رکعات تراویح پڑھی جائے، ان میں سے آٹھ تراویح اور تین وتر ہوں گے۔'' (نزل الابرار صفحہ ۱۲۶)

خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ بدیع الدین راشدی صاحب نے جن ۱۲ مسائل کو ''اہلحدیث کے امتیازی مسائل'' قرار دیا ہے، اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: ۱......ان امتیازی مسائل کے حامل وحیدالزمان صاحب کو اہلحدیث مان لیا جائے۔ ۲......یا پھر کہا جائے کہ یہ مسائل، اہلحدیث کے امتیازی مسائل نہیں ہیں۔

اہلحدیث قرار دینے کا علی زئی معیار

زبیر علی زئی صاحب نے ایک مضمون باعنوان ''اہلحدیث کے پندرہ امتیازی مسائل اور امام بخاری رحمہ اللہ'' تحریر کر کے یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ یہ پندرہ مسائل اہلحدیثوں کے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ ان پندرہ مسائل کو مانتے ہیں اس لیے وہ اہلحدیث ہیں......علی زئی صاحب نے اہلحدیث قرار دینے کا

جو معیار متعین کیا ہے اس سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں ہے، لیکن اتنا عرض کرتے ہیں کہ وحید الزمان صاحب انہی پندرہ مسائل کو مانتے ہیں، اب ذیل میں وہ پندرہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

۱......امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک فرقہ ناجیہ اہلحدیث ہیں۔(ماہنامہ الحدیث صفحہ۹ شمارہ نمبر ۸۸)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں ''طائفہ ناجیہ مبارکہ اہلحدیث''(رفع العجاجہ جلد۱ صفحہ ۵۲۲)

۲......''ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے''(الحدیث صفحہ۹)

وحید الزمان صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے۔(تیسیر الباری جلد۱ صفحہ۱۶)

۳......اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے''(الحدیث صفحہ۹)

وحید الزمان صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے بلکہ انہوں نے اس عقیدہ کے متعلق ''انتہاء فی الاستواء'' نامی کتاب بھی لکھی ہے۔(رفع العجاجہ جلد۱ صفحہ ۵۰۷)

۴......''رائے کی مذمت''(الحدیث صفحہ۱۰)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''فتوی دینا رائے سے حرام ہے خواہ اپنی رائے ہو، خواہ کسی امام ومجتہد کی''(رفع العجاجہ جلد۱ صفحہ۶۰)

۵......نماز میں رفع یدین۔ ۶......فاتحہ خلف الامام۔ ۷......آمین بالجہر۔ ۸......نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا۔ ۹......گیارہ رکعات تراویح۔(الحدیث صفحہ۱۱۔۱۲)

وحید الزمان صاحب ان سب مسائل کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ انہیں فقہ نبوی ظاہر کر کے نشر بھی کرتے ہیں جیسا کہ اوپر ''اہلحدیث کے امتیازی مسائل اور وحید الزمان صاحب''عنوان کے تحت ان کی کتاب ''نزل الابرار من فقه النبي المختار'' کے حوالہ سے صفحات کی قید کے ساتھ بیان ہوا۔

۱۰......''طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھنا۔۱۱......ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھنا''(الحدیث صفحہ۱۲)

یہی موقف وحید الزمان صاحب کا ہے۔(تیسیر الباری جلد۱ صفحہ ۵۴۲۔۵۴۳)

۱۲......''اکہری اقامت''(الحدیث صفحہ۱۲)

وحید الزمان صاحب بھی اس کے قائل ہیں: ويوتر الا قامه الالفظه الاقامة۔

(نزل الابرار جلد۱ صفحہ۵۸)

۱۳......''نماز جنازہ میں فاتحہ کی قراءت''(الحدیث صفحہ۱۳)

وحید الزمان صاحب کے نزدیک فاتحہ پڑھنا نماز جنازہ کا رکن ہے: وارکانها سبعة ......الثالث قراءة الفاتحة۔(نزل الابرار جلد۱ صفحہ۱۷۳) مزید دیکھئے، تیسیر الباری جلد۲ صفحہ۲۹۳۔

۱۴......''صف بندی میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا'' (الحدیث صفحہ ۱۳)

وحیدالزمان صاحب لکھتے ہیں:

''تسہیل میں ہے کہ ہمارے زمانے میں لوگوں نے سنت کے موافق صفیں برابر کرنا چھوڑ دی ہیں کہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ آگے، پیچھے بے ترتیب کھڑے ہوتے ہیں کہیں برابر بھی کرتے ہیں تو مونڈھے سے مونڈھا اور ٹخنے سے ٹخنا نہیں ملاتے بلکہ ایسا کرنے کو نازیبا جانتے ہیں، خدا کی ماران کی عقل اور تہذیب پر''

(تیسیر الباری جلد ۱ صفحہ ۴۸۰)

۱۵......''گاؤں میں نماز جمعہ'' (الحدیث صفحہ ۱۳ شمارہ نمبر ۸۸)

وحیدالزمان صاحب لکھتے ہیں:

''تصح فی البلد و القریة و الصحراء و البیت ۔پس جمعہ شہر، گاؤں، صحراء اور گھر میں پڑھنا صحیح ہے۔'' (نزل الابرار جلد ۱ صفحہ ۱۵۲)

زبیر صاحب! اگر آپ کے بیان کردہ پندرہ امتیازی مسائل کو اختیار کرنے کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اہلحدیث ہیں تو انہی مسائل کو ماننے کی وجہ سے وحیدالزمان صاحب اہلحدیث کیوں نہیں؟

زبیر علی زئی صاحب اپنے مخالفین سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:

''میرے ان سے دو سوالات ہیں: ۱......کیا امام بخاری رحمہ اللہ دیوبندی یا بریلوی تھے؟ ۲......کیا امام بخاری رحمہ اللہ نے مشہور اختلافی مسائل، جن پر آل دیوبند و آل بریلی کے مناظرین مناظرے کرتے رہے ہیں مثلاً نماز میں رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، نماز جنازہ میں قراءت اور گاؤں میں نماز جمعہ وغیرہ مسائل میں دیوبندیہ و بریلویہ کی حمایت کی ہے یا مسلک اہلحدیث کو سربلند فرمایا ہے؟ جواب دیں۔''

(الحدیث شمارہ نمبر ۸۸ صفحہ ۱۴)

اس عبارت کے پیش نظر ہم بھی پوچھتے ہیں: ۱......کیا وحیدالزمان صاحب دیوبندی یا بریلوی تھے؟ ۲......مذکورہ بالا اختلافی مسائل میں انہوں نے دیوبندیوں اور بریلویوں کی حمایت کی ہے یا مسلک اہلحدیث کا ساتھ دیا ہے؟ جواب دیں۔

نوٹ: قارئین کرام! غیر مقلدین اور امام بخاری رحمہ اللہ کے مسلک میں فرق جاننے کے لیے:

۱......غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں۔ (مولانا انوار خورشید صاحب دام ظلہ)

۲......بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں (مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہم)

۳......احادیث بخاری اور غیر مقلدین۔ (رب نواز)

۴......غیر مقلدین کا امام بخاری سے اختلاف (رب نواز)

وغیرہ کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

آخر میں وحید الزمان صاحب کے بارے میں دو باتیں عرض کر کے (وحید الزمان کی غیر مقلدیت کی) بحث کو ختم کرتے ہیں۔

پہلی بات: زبیر علی زئی صاحب نے اگرچہ وحید الزمان صاحب کو ''تقلیدی'' قرار دیا ہے مگر ان کی حالت یہ تھی کہ وہ چھپ چھپ کر تقلید کرنے والے اہلحدیثوں کے خلاف واویلا کرتے کرتے دنیا سے چل بسے ہیں، انہوں نے بہت سے مقامات میں تقلیدی اہلحدیثوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے، مثلاً: ایک جگہ لکھتے ہیں:

''تعجب تو ان لوگوں پر ہوتا ہے جو تقلید چھوڑ دینے کا اور اہلحدیث ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں باوجود اس کے مولوی اسماعیل صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شوکانی وغیرہ کے ایسے سخت مقلد بن گئے ہیں کہ ان کے اقوال کے خلاف کسی کی نہیں سنتے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔'' (لغات الحدیث جلد ۱ صفحہ ۶۵ کتاب: ام)

مزید دیکھئے، حاشیہ نمبر ۷۸۔

دوسری بات: نہ صرف یہ کہ وحید الزمان صاحب خود ''غیر مقلد'' تھے بلکہ وہ دوسروں کو بھی تقلید سے نکلنے کا فارمولا بتایا کرتے تھے وہ فارمولا آپ بھی پڑھیئے، لکھتے ہیں:

''جو کوئی نیل المرام اور تلخیص یا منتقی احبار کو خوب یاد کر لیوے وہ کتاب وسنت سے بخوبی واقف ہوسکتا ہے اور اس کا علم ان صحابہ کے برابر پہنچ جاتا ہے بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے جن کے لیے آنحضرت ﷺ نے اجتہاد جائز رکھا، صرف اتنا اور ضرور ہے کہ صحابہ اہل زبان تھے ان کو نحو اور صرف کی لغت کی حاجت نہ تھی اگر یہ شخص عربی نہ ہو تو بقدر ضرورت علمِ عربیت اور لغت بھی حاصل کر لیوے اور اتنا اجتہاد شرعی اور تقلید سے نکلنے کے لیے کافی ہے۔'' (رفع العجاجہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۷) (جاری ہے۔۔۔)

مجلّہ صفدر کا ''دین پوری نمبر'' قارئین کی نظر میں

دین پوری نمبر احباب کے ہاتھوں میں پہنچ چکنے کے بعد بندہ نے چیدہ چیدہ احباب کو یہ میسج کیا:

''دین پوری نمبر کی ترتیب، مضامین و مواد، کاغذ، پرنٹنگ، ٹائٹل، جلد بندی، استر (ٹائٹل کے اندر والا پہلا اور آخری ورق)، تصاویر اور قیمت پر الگ الگ (بے لاگ) تبصرہ (فرمائیں)، اگرچہ مختصر ہو۔'' اس کے جواب میں اور بعض دیگر اکابر و احباب کی طرف سے موصول ہونے والے تبصرے پیش خدمت ہیں۔ [خادم اہل سنت حمزہ غفرلہ]

☆......

مولانا احسن: آج مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا فون آیا تھا، خاص نمبر کی مبارک باد دے رہے تھے اور تعریفوں کے انبار..... مجلّہ صفدر کی بہت ہی زیادہ پسندیدگی اور اس کا انتظار رہنے کا اظہار۔

حمزہ: یہ نہیں فرمایا کہ آپ لوگ بخیل ہیں، صرف ایک نسخہ بھیجتے ہیں؟

مولانا احسن: نہیں! یہ نہیں کہا، یہ کہا کہ آپ کا خاص نمبر آج پہنچا ہے، اور وہ اُس وقت سے میرے ہاتھوں میں نہیں بلکہ سینے پر ہے، ہر چیز بے مثال، ہر لحاظ سے عمدہ، میری عمر اِن کاموں میں گزر گئی ہے، مگر عرض کرتا ہوں کہ میں اگر جان جوکھوں میں بھی ڈال دیتا تو ایسا نمبر تیار نہ کر سکتا۔

حمزہ: جب میں نے ''شیخ الحدیث نمبر'' بھیجا اور پھر فون پر رابطہ کیا تو حضرت حقانی صاحب نے فرمایا تھا کہ: ''ماشاءاللہ نمبر بہت اعلیٰ، کامل، اکمل، مکمل اور جامع ہے، ہر لحاظ سے مکمل ہے۔'' حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ نمبر کسی بھی لحاظ سے جامع اور مکمل نہیں، کیوں کہ اس وقت ہم نے مجلّہ المصطفیٰ کے اعلان اور ارادہ کی بنا پر زیادہ محنت نہیں کی تھی، بلکہ ۲۹/۳۰ دن میں جو کچھ ہو سکا، جمع کر کے شائع کر دیا تھا، خیال تھا کہ اصل خصوصی نمبر المصطفیٰ کی طرف سے شائع ہوگا۔ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے اس وقت یہ بھی فرمایا کہ: آپ لوگ بخیل ہیں، صرف ایک نسخہ بھیجا ہے، میں نے عرض کیا کہ: ''حضرت! تبصرہ کے لیے دو نسخوں کی ضرورت ہوتی ہے، یہ میں نے تبصرے کے لیے نہیں بھیجا بلکہ آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا ہے۔'' فرمایا: ''بہتر، لیکن تبصرہ ان شاءاللہ میں پھر بھی کروں گا۔''

☆...... ماشاءاللہ! حضرت دین پوریؒ نمبر قابل دید بھی، قابلِ داد بھی۔ حضرت استاذ جیؒ کی یاد تازہ ہوگئی۔

جزاک اللہ۔ محمد سفیان بلند، دارالافتاء، جامعہ دارالہدیٰ، کراچی

☆......السلام علیکم، حمزہ بھائی! مجلّہ ''صفدر'' کا دین پوری نمبر ملا، ماشاء اللہ بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔ محمد اکرام حقانی، از: دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، کے پی کے۔

☆......سلام مسنون، کچھ دن پہلے دین پوری نمبر پر نظر پڑی، پھر قیمت کو دیکھا، پھر آج کے دور کو دیکھا، مختلف زاویوں پہ دماغ گھمایا، اشاعتوں پہ اشاعتیں، اللھم زد فزد، دعاؤں میں یاد رکھیں۔

محمد عمر فاروق چار یاری، چکوال

☆......دین پوری نمبر کے ٹائٹل پر جو کلمہ لکھا ہوا ہے، اس میں کتابت کی غلطی ہے، دھیان سے پڑھیں گے تو سمجھ آجائے گی، وہ یہ کہ ''محمد'' میں دو زبریں ڈلی ہوئی ہیں، جبکہ دو پیش آتے ہیں۔ شمس الدین طلحہ صفدری

☆......دین پوری نمبر کی ترتیب میں موضوع کے اعتبار سے مضامین تقسیم کیے جاتے اور چھپے ہوئے (طبع شدہ) مضامین کا الگ سے عنوان قائم کرنے کی بجائے نئے مضامین کے ساتھ ہی لگا کر ہر مضمون کے آخر میں اس کا حوالہ دیا جاتا تو اچھا ہوتا۔

......مضامین بہت عمدہ ہیں، تکرار کی وجہ سے جو کانٹ چھانٹ ہوئی، وہ اچھا کیا، لیکن اس کی وجہ سے بعض جگہوں کا ربط متأثر ہوا، ان جگہوں میں اگر کانٹ چھانٹ کے بعد ربط کے لیے ایک آدھ جملہ بڑھایا گھٹا کر ربط پیدا کر دیا جاتا تو اچھا ہوتا۔ کاغذ، قیمت کے اعتبار سے، بہت مناسب ہے، پرنٹنگ بھی اچھی ہے۔

......ٹائٹل اور بیک ٹائٹل اور جلد بندی بھی اچھی ہے۔

...... پہلا استر تو خوبصورت لگ رہا ہے، مگر آخر والا کسی ڈیزائنر سے بنوانا چاہیے تھا۔

......تصاویر بے حد عمدہ ہیں، اور قیمت کا تو کہنا ہی کیا! جو نہیں لینے والے تھے وہ بھی خرید رہے ہیں، اس سب کے باوجود آپ کا ذوق تازہ اور محنت لائق تحسین ہے۔

اردو ادب کے اعتبار سے مضامین میں خاص طور پر مفتی شعیب عالم، مولانا عدنان کاکاخیل، مولانا اسماعیل ریحان، مفتی عبدالمنعم فائز، مولانا شفیع چترالی کے مضامین اچھے ہیں، مولانا ثناء اللہ شجاع آبادی کا بھی عمدہ ہے اور مولانا عثمان کا بہت اچھا ہے۔

مولانا سید زین العابدین، مدرس: مدرسہ امام ابو یوسف، شادمان ٹاؤن، کراچی

☆......(مولانا سید زین العابدین کا تبصرہ پڑھنے کے بعد) مجھے بھی ان تمام مضامین کے علاوہ مولانا محمد سفیان بلند صاحب نے جو ملفوظات جمع کیے ہیں، وہ خاص طور پر پسند آئے۔ ان (مولانا زین العابدین) کی اپنی تحریر بھی اچھی ہے اور (رنگین) تصاویر میں شہادت کے منظر والی تصویر نہ ہونے کا ایک مرتبہ پھر دکھ ہوا۔

......دین پوری نمبر کی جن چیزوں کے بارے میں آپ نے تبصرہ پوچھا تھا وہ سب ہی الحمدللہ بہترین ہیں، البتہ بعض مضامین میں صرف لفاظی ہے، نہ واقعات ہیں اور نہ کوئی نظریہ وغیرہ۔......میرے نسخہ کے کچھ صفحات اندر سے اکھڑ گئے ہیں، غالباً اسی نسخہ کی جلد میں کچھ کمزوری رہ گئی ہوگی۔......مفتی شعیب عالم صاحب، حضرتؒ کے برادران، داماد، بھانجا، اسامہ مجاہد، مولانا لیاقت علی شاہ اور مفتی عبداللہ حسن زئی کے مضامین پسند آئے۔حضرت دین پوریؒ کے فقہی افادات نے بہت لطف دیا جنہیں مولانا سفیان بلند اور مولانا یاسر عبداللہ وغیرہ نے جمع فرمایا ہے۔''کاروڑ کا گل سرسبد'' بہت اعلیٰ مضمون تھا۔البتہ بعض مضامین میں جو حشو زوائد کی کثرت ہے، اس کے حل کے لیے کبھی حضرت جہلمی نمبر ملاحظہ فرمائیں، اُس میں ایسے مضامین میں سے ایک یا دو واقعات چھانٹی کر کے دیگر مضامین کے آخر میں بچی ہوئی خالی جگہ میں ڈبے کے اندر صاحبِ مضمون کے نام کے ساتھ لکھا دیا جاتا ہے۔......کمپوزنگ کی غلطیاں نہ ہونے کے برابر، مضامین عمدہ، کاغذ اور ٹائٹل بہترین، ادبی معیار بلند ہے، الحمدللہ ہر لحاظ سے اچھا لگ رہا ہے۔ مولانا احسن خدامی

☆......حضرت! آج ہی یہ خصوصی نمبر ملا ہے، اور آج ہی تین باب پڑھ چکا ہوں، چھوڑنے کو دل تو نہیں کر رہا، مگر صبح پھر اٹھا نہیں جائے گا۔ ویسے کاوش اچھی ہے، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔...... ٹائٹل اور ڈیزائن تو مجھے بھی بہت پسند آیا اور عمر بھائی کو بھی، جبکہ مجھے سائز تھوڑا چھوٹا لگ رہا ہے،، اگر سائز بڑا ہو جاتا تو صفحات کچھ کم ہو جاتے۔......استر تو مجھے بہت پسند آیا ہے، جبکہ ٹائٹل کا بیک جو ہے اگر اس میں کتب کے تبصرہ کے علاوہ حضرت کے ملفوظات میں سے کوئی چھاپ دیتے تو زیادہ بہتر رہتا۔......مضامین کی ترتیب بھی ٹھیک ہے، بس اگر حضرت جیؒ (مفتی صاحب شہید) کے رشحات قلم آخر میں الگ سے ہوتے، تو میرے ناقص خیال میں وہ زیادہ بہتر رہتا۔اور قیمت تو ہم غریبوں کے لیے بہت مناسب ہے اور کاغذ بھی ٹھیک ہے۔......آپ نے شروع میں حضرت لدھیانوی شہیدؒ کا لکھا ہے، اس وقت میں بھی بارہ (۱۲) سال کا تھا اور حضرت کا نام سن رکھا تھا، ہمارے والد محترم (شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس قارن) مدظلہم نے جب حضرت کی شہادت کی خبر پڑھی تو صدمہ سے اُن کی حالت عجیب ہو گئی، فرما رہے تھے کہ ''اگر رات کو پتہ چل جاتا تو میں رات کو ہی نکل جاتا، مگر افسوس کہ رات کو پتہ نہیں چل سکا۔'' پھر جب مَیں نے حضرت کی کتابیں پڑھیں تو یہ عقیدت بڑھ گئی۔ حافظ شمس الدین خان طلحہ صفدری

☆......قیمت کے اعتبار سے مناسب ہے۔ مولانا اورنگزیب، مفتی انس جلال پوری، کراچی

☆......خاص نمبر دیکھا، بہت پسند آیا، آپ اور مفتی شعیب عالم صاحب بمع معاونین لائق صد تہنیت وتبریک اور ہم اس سعی مشکور پر آپ سب کے ممنون ہیں۔ مولانا عزیز محمود بن حضرت دین پوری شہیدؒ

......دارالامین [لاہور] کی مطبوعات......

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟......مؤلفہ: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ......رعائتی قیمت: 10

سنی مؤقف (عقائد و افکار کے لیے راہ نما اصول)......مؤلفہ: مولانا قاضی مظہر حسینؒ......رعائتی قیمت: 25

میری امی جان حفصہؓ (ام المؤمنینؓ کی منقبت پر سیکڑوں اشعار)......انجم نیازی............رعائتی قیمت: 140

ہفت اولیاء (صحابہ کرام کے سات دیوانوں کا ایمان افروز منظوم تذکرہ)......انجم نیازی......رعائتی قیمت: 140

حسین یادیں (گوشۂ حیات: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ)......نثار معاویہ......رعائتی قیمت: 140

عمار خان کا نیا اسلام (اجماع امت، توہین رسالت، مسجد اقصیٰ اور جہاد کے بارے عمار خان کے ملحدانہ نظریات کا تحقیقی جائزہ)......مولانا مفتی عبدالواحد، مولانا مفتی شعیب احمد......صفحات: 428......رعائتی قیمت: 200

عقیدہ حیات النبی اور مولانا سخی داد خوستی کے فکری تضادات، افادات: مولانا عبدالحق خان بشیر......رعائتی قیمت: 35

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ (ام المؤمنینؓ کی منقبت و مدحت پر سیکڑوں اشعار)......انجم نیازی......(زیر طبع)

حیات النبی کی خوشبوئیں (عقیدہ حیات النبی کے موضوع پر پہلی منظوم کتاب)......انجم نیازی......(زیر طبع)

رابطہ: مکتبہ صفدریہ، بہاول پور 0302-6505022......مولانا نعمانی لاہور 0321-4145543

مجلّہ صفدر میں شائع شدہ اہم مضامین......اور......خصوصی اشاعتیں

''گوشۂ خاص'' بیاد: ترجمان اہل سنت مولانا قاری خبیب احمد عمرؒ......مجلّہ صفدر ۱۷/۱۸...... قیمت: 30

''گوشۂ خاص'' بیاد: شیر اسلام علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ......مجلّہ صفدر ۱۲/۱۳...... قیمت: 30

''گوشۂ خاص'' بیاد: مولانا سید صفی اللہ شاہؒ، (المعروف سید عبدالکریم شاہؒ) نہڑ والی بہاولپور......مجلّہ صفدر ۱۹...... قیمت: 20

''دین پوری نمبر'' (بیاد: فقیہ وقت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری شہیدؒ)......رعائتی قیمت: 250 بمع ڈاک خرچ

اشاعت خاص: نظریہ پاکستان اور ایاز امیر......مولانا عبدالحق خان بشیر......مجلّہ صفدر ۳...... قیمت: 20

توہین رسالت اور عمار خان ناصر......مولانا مفتی عبدالواحد......مجلّہ صفدر ۶...... قیمت: 20

مسجد اقصیٰ اور عمار خان کی یہودنوازی......مولانا مفتی عبدالواحد......مجلّہ صفدر ۲۶/۲۷...... قیمت: 40

امام اہل سنت کا مسلک اعتدال اور عمار خان ناصر......مولانا عبدالحق خان بشیر......مجلّہ صفدر ۴...... قیمت 20

دیوبندی بریلوی اختلاف اور حضرت امام اہل سنتؒ......حمزہ احسانی......مجلّہ صفدر ۳۰/۳۱...... قیمت 40

امام اہل سنتؒ......اور......فتنہ علوی مالکی (معہ اعتراضات کے جوابات)......مجلّہ صفدر ۴...... قیمت 20

مولانا مفتی زاہد کے مؤقف پر ایک نظر معہ اک تجاہل زاہدانہ (مسئلہ تکفیر شیعہ)......مجلّہ صفدر ۳۰/۳۳...... قیمت: 50

مسئلہ وحدۃ الوجود اور آل غیر مقلدیت، مولانا مفتی رب نواز......مجلّہ صفدر ۶ تا ۱۵ (آٹھ اقساط)...... قیمت: 160

کیا دیوبند کی اراضی انگریز کی عطا کردہ تھی؟ معہ غلط فہمی کا ازالہ یا (مفتی سعید خان کی تحریرات کا جائزہ)......مجلّہ صفدر ۱۴/۲۱

رابطہ: مولانا احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور 0333-8765602